جلد 22 شمارہ 5 ماہ جولائی 2020ء ذیقعد 1441ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاحِ آدمیت

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	خالد محمود بخاری 0300-7374750
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

بانئ سلسلہ توحیدیہ اور "تعمیر ملت"

(ماجد محمود توحیدی، مرکز تعمیر ملت)

"ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویز گنڈوں اور دم درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کر دیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہو جائے یا کچھ کفار و مشرکین مسلمان ہو کر ملت کی تعداد میں بیکار لوگوں کا اضافہ کر دیں۔ آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق و فاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں، جو اپنی تعلیم و توجہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں، حق و باطل میں تمیز کر سکیں، سستی و کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لئے سرمایہ دانش ہو۔ وہ بقائے ملت کے لئے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہر طرف سے اپنا منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف کر لیں"

محولہ بالا فرمان بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا ہے جو آپ کی شہرہ کتاب "تعمیر ملت" سے ماخوذ ہے۔ یہ فرمان آپؒ کی فراست و بصیرت اور مسلمانوں کے لیے تڑپ کی عکاسی کر رہا ہے۔ انصاری صاحبؒ نے ایک علمی، ادبی اور متصوف گھرانے میں آنکھ کھولی۔ حقیقی اسلامی تصوف کی گہری چھاپ آپ پر لڑکپن میں ہی لگ گئی تھی۔ چنانچہ آپؒ نے مرشد کی تلاش میں کم از کم آٹھ سال لگائے۔

آخر کار آپ کی ملاقات حضرت مولانا کریم الدین احمدؒ سے ہوئی اور آپؒ ان سے بیعت ہو کر ہی اٹھے۔ اپنے ان احوال کا بیان آپؒ نے اپنے خطبات کے مجموعہ "چراغ راہ" کے آغاز میں بڑی تفصیل سے فرمایا ہے۔ اب میں قارئین کے گوش گزار کرتا ہوں کہ اپنا سلوک مکمل

کرنے کے بعد کس طرح آپؒ نے اپنی خداداد صلاحیتوں، روحانی طاقت اور بزرگی سے ''تعمیر ملت'' کا کام لیا۔ آپ کے اندر ملت کے درد اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی تڑپ کا اندازہ آپ کی کتاب ''تعمیر ملت'' کے آغاز سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپؒ اس کتاب کا آغاز ہی اس سوال سے فرماتے ہیں:

''دنیائے اسلام کے لیے وقت کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟''

دراصل آپ کی تصنیف ''تعمیر ملت'' ساری کی ساری اس سوال کا جواب ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کن اوصاف کے مالک تھے، ان کا اخلاق اور کردار کیسا تھا کہ وہ محض پچاس سالوں میں آدھی دنیا پر چھا گئے اور مخلوق خدا اسلامی تعلیمات کے ثمرات سے مستفیض ہونے لگی اور موجودہ دور کے مسلمانوں میں کون سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں کہ 57 اسلامی ممالک میں اپنی آزاد حکومتیں رکھنے کے باوجود ذلیل خوار ہو رہے ہیں۔ آج مسلمانوں کی دنیا میں بحیثیت ملت ایک کوڑی کی وقعت نہیں ہے۔ قومی و ملی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے اور اغیار ہمیں غلاموں کی طرح جہاں اور جس طرح چاہتے ہیں ہانک لیتے ہیں۔

حضرت عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنے پیش رو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی طرز پر تعمیر ملت کا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے آپؒ نے تصوف میں ایک نئے سلسلے کی بنیاد رکھی جس سے دو باتوں کا حصول مقصود تھا۔

1) حقیقی اسلامی تصوف اور فقر محمدی کو طالبان حق تک پہنچانا۔
2) صوفیا، یعنی صاحب دل اور صاحب حال لوگوں کی ایک جماعت تیار کرنا۔

صوفیاء کی جماعت تیار کرنے کا مقصد ''تعمیرِ ملت'' کے کام کا آغاز کرنا تھا۔ کیوں کہ تجربات اور مشاہدات سے آپ پر یہ چیز عیاں ہوگئی کہ اہلِ ذکر و اہلِ دِل لوگوں کے دلوں میں ایک ایسی خاص طاقت ہوتی ہے جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ صوفیاء اس طاقت سے دلوں کو مسخر لیتے ہیں تا کہ انہیں اللہ کی بندگی کے راستے پر لگایا جا سکے۔ ہمارے اسلاف کی زندگیاں اور ان کے کارنامے ہمارے سامنے ہیں۔ اہل دل صوفیاء نے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت بیدار کی اور انہیں اسلامی تعلیمات کا شیدا بنا دیا اسی طرح آپؒ نے بھی اہل دل لوگوں کی ایک جماعت تیار کی جس کے فیوض و برکات اور عملی کردار و اخلاق سے معاشرے پر واضح اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ یہ جماعت اپنے روحانی، تنظیمی مرکز ''تعمیرِ ملت'' کوجرانوالہ سے ''تعمیرِ ملت'' کے کام کو آگے بڑھا رہی ہے۔ آپؒ نے اپنے مریدین پر واضح فرما دیا کہ ہم روحانی طاقت کشف و کرامات دکھانے کے لیے حاصل نہیں کرتے بلکہ اس سے مخلوق خدا کی اصلاح کا عظیم کام مقصود ہے۔

بانی سلسلہؒ نے اپنی کتاب ''تعمیرِ ملت میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں اور موجودہ دور کے مسلمانوں کے کردار و اخلاق کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے جس کے مطالعہ سے قارئین پر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور ہمارے زوال و پستی کے اسباب روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے قرآن کی تعلیمات پر اس کی روح کے مطابق دل و جان سے عمل کیا اور ساری دنیا ان کے سامنے سرنگوں ہوگئی جب کہ ہم منافقانہ کردار کی وجہ سے ذلت کے غاروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ہمارے اسلاف کے اوصاف جن کی بدولت وہ دنیا پر چھا گئے:

توحید:

کسی بھی قوم کو بنانے میں سب سے پہلی چیز جو انصاری صاحبؒ نے بیان فرمائی ہے وہ توحید ہے ۔توحید کے ماننے والے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اوراس کی سوچ اور کردار کیسا ہوتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے سرنگوں ہونے سے نفسیاتی طور پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''جب تک مسلمانوں میں توحید پرستی باقی رہی وہ کہیں اور کبھی مغلوب نہ ہوئے لیکن جیسے جیسے یہ ایمان کم ہوا وہ بھی کمزور ہوتے گئے اور جب توحید پرستی کی جگہ ان میں اشخاص پرستی، پیر پرستی ،قبر پرستی ،تعزیہ پرستی، زر پرستی، حکام پرستی اور دیگر پرستیاں پیدا ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور پستی و ذلت کے اس غار میں چھوڑ دیا جہاں پڑے ہوئے وہ آج اغیار کا منہ تک رہے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ پر واقعی یقین کامل ہوتا ہے وہ یقیناً اس کی محبت او رشفقت کو دل سے محسوس کرتے اوراس کی امداد و نصرت کو آنکھوں سے نازل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ کیسی ہی مصیبتیں پڑیں ان کے پائے استقلال کو لغزش نہیں ہوتی وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مصائب ان کو تکلیف دینے کے لئے نہیں بلکہ ان کے کردار کو پختہ اور کامل بنا کر اپنی نعمتوں کا اتمام کرنے کے لئے نازل فرماتا ہے ۔اس ایمان کی وجہ سے ان کے دلوں میں اطمینان و مسرت کے وہ سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہیں جن کے سامنے دنیا کے تمام مصائب و آلام پر کاہ جتنی بھی وقعت نہیں رکھتے ۔پچھلے اقران و ادوار کا تو کہنا ہی کیا اس گئے گزرے زمانہ میں بھی جب کبھی کفر و شرک کا مقابلہ کسی توحید پرست سے ہوا ہے تو دنیا ایسے محیر العقول کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی ہے''۔

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

مومن چونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ تو کسی کے آگے سر جھکاتا ہے نہ کسی سے مدد کی امید

رکھتا ہے، اس لئے اس کی ذہنیت کبھی غلامانہ نہیں ہو سکتی۔

اتحاد:

دوسری چیز جو ہمارے اسلاف میں بدرجہ کمال موجود تھی اور ہم اس سے محروم ہیں اتحاد ہے آج ہمارے ملی اتحاد کی جو صورت حال ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ چونکہ اخلاص اور اللہ کی ذات مقصود نہیں اس لیے اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ مذہب کے نام پر تفریق، سیاست کے نام پر تفریق لسانی وصوبائی تفریق گویا اتحاد کا شیرازہ مکمل طور پر بکھر چکا ہے۔ آپؒ درد دل سے ملی اتحاد کا نسخہ بتاتے ہیں۔

کسی قوم یا جماعت میں جتنے چھوٹے چھوٹے طبقے ہوں اِن سب کا ایک ایک مرکز ہو جو اِن کا نگران اور محافظ ہو جو اِن کے ہر دُکھ درد، تکالیف اور ضروریات سے کما حقہ واقف رہے اِن کی ہر تکلیف کا ازالہ کرے اور اِن سے مناسب کام لے۔ پھر اِن تمام مراکز کا ایک واحد مرکز ہو جو اِن تمام طبقات کی ضروریات کا کفیل اور نگران ہو جو اِن تمام طبقات کو قابو میں رکھے اور ان سے مناسب اور متناسب کام لیتا رہے۔ یہ واحد مرکز جماعت کے افراد وطبقات میں جس قدر مقبول اور ہر دلعزیز ہوگا اِسی قدر قوم طاقت ور اور خوشحال ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ سے حضرت عمرؓ کے زمانہ تک مسلمانوں کی بے مثال طاقت کا راز یہی تھا کہ پوری قوم کا ہر طبقہ اور ہر فرد مرکز پر نہ صرف اعتماد رکھتا تھا بلکہ اِس کا والہ وشیدا اور عاشق زار تھا۔ تنظیم کی اِس اہمیت کے پیش نظر اسلامی عبادات میں نماز اور حج کی ترکیب و نہج ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ اگر اِس پر پوری طرح عمل کیا جائے تو تنظیم کا ڈھانچہ خود بخود تیار ہو جاتا ہے۔ اب رہی اِس کی تکمیل اور تزئین تو وہ معمولی سمجھ کے قائد اور رہنما بھی اپنے اپنے زمانہ کی صورت حالات اور ماحول کے مطابق تھوڑی سی ترمیم اور تجدید کے بعد خود ہی کر سکتے ہیں۔ ملت اسلامیہ کی عالمگیر تنظیم صرف اِس طرح ہو سکتی ہے کہ ہر ایک اسلامی ملک اپنی اپنی جگہ پوری طرح متحد، مضبوط اور طاقتور رہو اور پھر یہ تمام ممالک ایک واحد مرکز

سے متحد ہوں جو کہ مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں ہونا چاہیے۔ اِس مرکز کا امیر تمام ممالک اسلامیہ کی رائے سے منتخب کیا جائے۔ اِس امیر کی ایک مجلس شوریٰ ہو جس میں تمام اسلامی ممالک کے نمائندے شریک ہوں۔ اس مرکز میں تمام ممالک اسلامی کے مناقشات اور تنازعات کا فیصلہ پنچایت کے اصول سے ہوا کرے۔ بین الاقوامی تمام مسائل یہیں طے ہوں اور جب دنیا میں کسی مملکت اسلامی کو اغیار سے خطرہ ہو تو اِس کے دفاع کا بندوبست یہیں سے کیا جائے۔ ہم یہ یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب دنیائے اِسلام ایک دفعہ پھر کروٹ لے گی اور جو خواب ہم دیکھ رہے ہیں اِس کی تعبیر مجسم ہو کر سامنے آ جائے گی۔ بہر حال جہاں ہو اور جب بھی ہو، تنظیم کا کمال یہ ہے کہ پوری قوم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہو جسے کوئی تکلیف یا حاجت ہو اور حکومت یا معاشرہ اس سے بے خبر رہے اور اِس کا مداوا نہ کر سکے۔

اطاعت:

اطاعت کے معنی ہیں فرمانبرداری اور حکم ماننے کے۔ جس طرح ایک بچے اور ایک فرد کی اصلاح و تربیت اِس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے ماں باپ، اُستاد یا اتالیق کا حکم نہ مانے، اِسی طرح ایک جماعت یا قوم کی تنظیم بھی اِس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اِس کا ہر فرد اپنے قائدوں اور رہنماؤں کے ہر حکم اور ہدایت پر آنکھ بند کر کے بے چون و چرا عمل نہ کرے۔ فرض کیجئے میدان جنگ میں ایک جماعت مصروف کارزار ہے اور اس کا جنرل اپنے ماتحت افسروں کے ذریعہ احکام دے رہا ہے کہ آگے بڑھ جاؤ، داہنے فلینک پر حملہ کرو، اب بائیں طرف ہلّہ بول دو، اب آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ آؤ وغیرہ وغیرہ۔ اب غور کیجئے کہ اگر تمام افسر اور سپاہی اس کے حکموں پر بے چون و چرا اور پوری طرح عمل نہ کریں، آگے بڑھنے کا حکم ملے تو پیچھے ہٹ آئیں یا وہیں ٹھہرے رہیں۔ پیچھے ہٹنے کو کہا جائے تو بڑھ جائیں، داہنے کے بجائے بائیں اور

بائیں کے بجائے دائیں طرف حملہ کر دیں تو اس جماعت یا فوج کا حشر کیا ہوگا۔ بالکل یہی حال ایک قوم کا ہے۔ جتنا کسی قوم کے افراد اپنے مذہبی اور ملکی قوانین و احکام پر عمل کریں گے، اتنا ہی وہ قوم ترقی کرے گی۔ جتنی بے پروائی برتیں گے اتنا ہی زوال ہوگا۔ قائدین کے احکام پر سختی سے متحد العمل رہنا ہی قومی اتحاد و ترقی کی ضمانت ہے۔ قرآن صاف اور واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی، رسول ﷺ کی اور اپنے ان آمرین کی جو تم پر مامور ہیں۔ یہی نہیں ایک جگہ تو یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرمانبرداری ہی دین ہے، اِس لئے ہر مسلمان کو اپنی اپنی جگہ یہ محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ وہ کہاں تک اللہ کے اِن احکام پر عمل کرتا ہے۔

عمل:

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے مختصر ترین وقت میں جو محیر العقول ترقی کی اس کے پیچھے ان کا جذبۂ عمل ہی کارفرما تھا۔ نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو ہمیں ایک ایک لمحہ عمل کا درس دیتا نظر آتا ہے۔ مگر آج ہم بے عملی اور سستی کی وجہ سے اغیار کی غلامی کا شکار ہیں۔

بانی سلسلہ اس سلسلے میں قرآن کی تعلیمات کی یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں:

''اس زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔'' ارشاد ہوتا ہے کہ ''اپنا دنیا کا حصہ حاصل کئے بغیر دم نہ لو۔'' کہتے ہیں کہ ہم سے یوں مانگا کرو ''اے ہمارے رب ہم کو دنیا اور آخرت دونوں کی نعمتیں عطا فرما۔'' مبداء اور معاد کی گتھیاں سلجھانے کے لئے قرآن میں سینکڑوں جگہ ارشاد ہوا ہے کہ ہماری نشانیوں میں غور و فکر کیا کرو۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے ''دنیا میں سفر کرو اور معلوم کرو کہ آفرینش کی ابتدا کیونکر ہوئی؟'' دیکھنے میں یہ ایک معمولی سی بات اور چھوٹی آیت ہے لیکن اسی ایک سوال کا جواب معلوم کرنے کی کوششوں سے بیسیوں علوم وجود میں آگئے مثلاً علم طبقات الارض، علم نباتات، علم حیوانات، علم الحیات، جغرافیہ، تاریخ علم طب، علم ہیئت،

فزکس اور کیمسٹری وغیرہ وغیرہ، اور یہی وہ علوم ہیں کہ جو قوموں کو حاصل کرتی ہیں خدائی انعامات و نوازشات سے مالا مال ہو جاتی ہیں۔ان علوم کی تحصیل کا حکم دینے میں مصلحت یہ ہے کہ ان کی کوئی انتہا نہیں اور انسان اس بہانے سے ہمیشہ عمل میں مصروف رہ کر ترقی کرتا چلا جاتا ہے مسلمانوں کو مصروف عمل رکھنے کیلئے خدا نے کیا نہیں کہا، سارا قرآن "عمل کرو" "عمل کرو" "مناسب عمل کرو" کے الفاظ سے بھرا پڑا ہے۔کسب معاش، نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد، تبلیغ اور تفکر فی لآیات اللہ کے احکام اگر قوت عمل کو بیدار کرنے، متحرک رکھنے کے لئے نہیں تو پھر کس لئے ہیں؟ مگر افسوس کہ جس قدر زیادہ قرآن میں عمل پر زور دیا گیا ہے اسی قدر ہم نکمے، سست، بیکار اور بے عمل ہیں"۔

دراصل عمل سے جماعت کا ثبوت ملتا ہے اور افراد کو اجتماعیت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں جماعت کے لیے عمل بالکل ایسا ہی ہے جیسے زندہ جسم کے لیے حرکت۔اگر کوئی جاندار پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کوئی حرکت نہ کرے اور ہمیشہ بے حس و حرکت حالت میں پڑا رہے تو خواہ اس کی عمر ہزاروں سال ہی کیوں نہ ہو اس پر زندہ کا لفظ صادق نہیں آتا۔

ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ درج بالا بیان کردہ اوصاف جن سے ہمارے اسلاف نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے پوری دنیا میں عزت کمائی تھی ہم ان اوصاف سے محروم ہو چکے ہیں۔جس کی وجہ سے ذلت و رسوائی کے غار میں دھنستے جا رہے ہیں دھنستے جا رہے ہیں۔اور اس معاملے میں قوم کا ہر طبقہ برابر کا قصوروار ہے، کیا عوام کیا خواص، کیا علماء کیا شیوخ اور کیا حکومتیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

میرِ کارواں سے احساسِ زیاں جاتا رہا

بانی سلسلہؒ نے اپنی تعلیمات میں نہ صرف فرد جو معاشرے کی اکائی ہوتا ہے کے مقصود حیات کی تکمیل کے لیے مکمل رہنمائی فرمائی بلکہ قومی ترقی کے لیے جو باتیں ضروری ہوتی ہیں انہیں بھی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ مسلم معاشرے کے تمام افراد کو سب سے پہلے اچھا مسلمان ہونا چاہیے پھر ان کا ایمان مکمل ہو اور بعد ازاں درجہ احسان تک پہنچیں۔

اچھے مسلمان کے لیے ارکان اسلام کی پابندی، اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ دینا ضروری ہے۔نیز وعدہ کی پابندی، سچائی اور ایمان داری پر کاربند ہو۔

ایمان کے لیے ضروری ہے کہ قرآن میں بتائی گئی تمام باتوں پر مکمل طور پر عمل پیرا ہو۔جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر من وعن عمل کرے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان سے ہر ممکن باز رہے۔

درجہ احسان کے لیے اللہ کا مقرب بندہ ہونا ضروری ہے جس کے لیے مستقل اللہ کی یاد، اللہ سے شدید محبت، کامل تزکیہ اخلاق بے حد ضروری ہے۔یعنی انسان سیرت محمدی ﷺ کا نمونہ بن جائے

آج اگر ہمارے معاشرے کے پچیس فیصد افراد بھی ان اوصاف کے مالک ہوں تو معاشرہ دنیاوی و اخروی اعتبار سے ترقی کے کمال تک پہنچ سکتا ہے۔

بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بڑے سوز دل اور عام فہم زبان میں "تعمیر ملت" کے لیے نسخہ کیمیا کو Remind کرایا ہے جس کو ہم صدیوں سے بھولے ہوئے ہیں آپؒ نے اپنی بزرگی کو ذاتی شہرت، ذاتی کوائف و لطائف میں گم رہنے اور اپنی روحانی طاقت سے کرامتیں دکھانے کی بجائے دلوں کو زندہ کرنے ان میں اللہ کی محبت بیدار کرنے اور قوم کو ترقی کی راہ پر ڈالنے کے لیے استعمال کیا ہے۔اگر ہم بحیثیت قوم و ملت دنیا و آخرت میں ترقی و خوشحالی چاہتے ہیں اور موجودہ ذلت و رسوائی سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم قرآن کی تعلیم کی طرف لوٹ آئیں۔اپنے تمام سیاسی و مذہبی اختلافات مٹا کر ملت واحدہ بن جائیں تاکہ مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ کی راہیں ہموار ہوں۔

نوٹ: تفصیلات کے لیے بانی سلسلہ کی کتاب "تعمیر ملت" کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

حاضرین میں سے ایک بزرگ بھائی نے اپنی جسمانی کمزوری کی بات کی اور کچھ دوا کے بعد ذرا فائدہ ہونے کی بات کی تو بابا جانؒ فرمانے لگے؛

"چلو اچھا ہے" ۔ اللہ تعالیٰ صحت بحال کر دے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ اسی میں شفا دے۔ اللہ تعالیٰ قوت بحال کر دے۔ وہاں تو سب کچھ ممکن ہے۔ وہ مردوں کو زندہ کر دے گا، بیمار تو بیمار ہیں ساری کائنات فناء ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ سب زندہ کر دے گا۔ سارے کھڑے ہو جائیں گے۔ یہاں تو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جادو ہے! مر جائیں گے، ہڈیاں ہو جائیں گے پھر کیسے زندہ کرے گا۔ بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) بھی فرماتے تھے کہ وہ تو مردوں کو بھی زندہ کر دے گا، بیمار کو ٹھیک کر دینے والی کون سی بات ہے۔ اس لئے کبھی بھی اس کا گلہ نہ کرو۔ خوش رہو۔ یہ علیحدہ تعلیم ہے۔ کوئی بات نہیں بیماری تو اللہ نے دی ہے۔ وہ لیڈی ڈاکٹر جو مسقط کے شیخ تھے، اور اس کی ماں اور اس کی بیٹی کو دیکھ کر مسلمان ہوئی کہ یہ لوگ کتنا اور کیسے حوصلہ رکھتے ہیں کہ موت کی خبر ہے..... کینسر کسی کو سنا دو تو اسی وقت Collapse ہو جاتا ہے۔ وہ کہتی ہے: الحمدللہ! الحمدللہ! آپ کے پاس آگئے ہیں۔ ہمیں پتا چل گیا ہے باقی شفا تو اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی دے دے گا۔

وہ جو Faith ہے اسے ٹھیک کرتا ہے۔ بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے بھی لکھا ہے کہ ہماری بیماری، صحت، تندرستی سارا کچھ وہی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ایک ہی جملے میں اکٹھا کر دیا جو پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ قسم کے لوگ ہیں ان کے لئے ہمارے بھائی شریف چیمہ صاحب اسلام آباد والے ان کی بیٹی کی ادھر کینٹ میں ہی منگنی ہوئی۔

کوئی ریٹائرڈ کرنل صاحب ہیں ان کے ہاں ۔ان کا بیٹا جدھر منگنی ہوئی تھی، وہ شادی سے پہلے ہی ملنے کے لئے آیا۔ میں نے اسے کتابوں کا سیٹ دیا کہ آپ بھی پڑھنا اور ابو جی (ریٹائرڈ کرنل صاحب) کو بھی پڑھانا ۔ہماری تعلیم ذرا مختلف ہے ۔وہ پڑھتے رہے پھر اجتماع پر بھی وہ آئے ۔ چیمہ صاحب کے ساتھ ہی تھے ۔سلسلۂ حیدریہ کی اس دن بیعت بھی ہوئی ۔بیعت نامہ بھی وہاں تھا۔ وہ کہنے لگے کہ بیعت نامہ ہی ایسا ہے کہ جس کو پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ نکال کے رکھ دیا ہے۔ جو پڑھے لکھے لوگ ہیں، ان کو قدر ہوتی ہے کہ کیا ہونا چاہئے ۔اس میں کیا لکھ دیا ہے۔ ہمیں اس کی قدر نہیں ہے۔

حاضرین سے ایک بھائی نے کہا کہ بابا جی! بس دُعا کر دیں کہ اللہ موت تک اپنی حفاظت میں رکھے ۔بابا جانؒ فرمانے لگے: جی ہاں۔دُعا صرف اللہ سے مانگنی چاہئے ۔وہی ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں کسی پر کوئی نوازش کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کوئی نہیں روک سکتا ۔ میں اگر کسی کو تکلیف میں ڈال دوں تو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ قرآن میں یہ باتیں سیدھی سیدھی اور دوٹوک لکھی ہیں؛

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ. اللہ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں، دن اور رات۔ ہمارے لئے تو روز ہوتی ہیں، ہمیں یہ پتا بھی نہیں کہ یہ نشانیاں ہیں ۔ دن کا، رات کا آنا جانا، آگے پیچھے۔ ہم نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ یہ کیسے ہو جاتا ہے ۔سوچیں تو پھر یہ پتا چلے کہ کیسے یہ ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ. رات اور دن جو ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں ۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ. ان کا بھی ذکر بیچ میں آئے گا، جب دن رات کی بات ہوگی۔ وہ سورج اور چاند بہت بڑی نشانیاں ہیں لیکن آگے فرمایا؛

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ.

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) فرماتے تھے کہ کرامتوں کی وجہ سے بزرگوں کو پوجتے ہو تو سورج کو پوجو، وہ سب سے بڑی کرامت ہے ۔سورج جس کی وجہ سے

حیات قائم ہے۔زندگی، بارش، ہوائیں سب۔ساری اسی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔اسی سورج کی وجہ سے نظام حیات قائم ہے۔فرمایا کہ کرامتوں کی وجہ سے پوجتے ہو تو اس سورج کو پوجو۔اللہ نے فرمایا؛

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ۔سجدہ سورج اور چاند کو نہیں کرنا۔

وَاسْجُدُوا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ. اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔جس نے پیدا کیا ہے وہ۔یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔بہت بڑے کام ہیں لیکن جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ بڑا ہے یا یہ بڑی ہیں۔ان کو سجدہ نہیں کرنا۔

وَاسْجُدُوا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ. اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔

اِن کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ . اگر یہ کہتے ہو کہ تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔سجدہ اس کے سوا کسی کو نہیں کرنا۔

اِن کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ . اگر اس دعوے پر قائم رہنا چاہتے ہو کہ تیرے سوا کسی کی بندگی نہیں کریں گے تو سجدہ نہیں کرنا کسی کو سوائے اس کے۔یہی توحید ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی یہی فرمایا ہے کہ شرک کے علاوہ سب کچھ بخش دیں گے۔اس شرک کے گناہ کو نہیں بخشیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔سارے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔یہ تو بہت بڑی نعمت ہے۔یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کو پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ کتنی بڑی نعمت ہے۔وہ ایک اور تین، اور تین اور ایک میں ساری عیسائیت الجھی ہوئی ہے۔لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ نہیں جی مذہب کے بارے میں بات نہیں کرنی، گناہ ہے۔ہم تو کہتے ہیں کہ شاید ہماری عقل میں ہی فطور ہے، یہ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔کچھ لوگ جو ہیں وہاں سے نکل آتے ہیں، نہیں ٹھہر سکتے۔عقل کے بغیر کیسے مانا جائے۔وہاں تو پھر عقل کا زور ہی بڑا ہے۔لوگ اس سے نکل آتے ہیں۔

سورۃ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔وہ قیدیوں سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مجھے بتاؤ ایک آقا اچھا ہے کہ ایک نوکر کا ایک ہی مالک ہو، وہ اچھا ہے!!!

یا پندرہ بیس ہزار کی نوکری کرتا ہو۔سارے مختلف مزاج کے ہوں۔کوئی ٹکنے ہی نہ دے۔سارے مختلف مزاج کے ہوں وہ اچھے ہیں یا ایک خدا اچھا ہے؟ برا ہو یا اچھا ہو۔سادہ سی مثال دی کہ بہت سارے مالک اچھے ہیں یا ربّ الواحد اچھا ہے۔جو ایک ہو وہ اچھا ہے یا جو مختلف مزاج والے بارہ چودہ خدا ہوں ان کی نوکری کرتے ہو۔

امریکہ میں بیرے رکھے ہوتے ہیں وہ بوٹ پالش کرنے کے لئے ساروں کے لے جاتا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ چائے لے آؤ۔کوئی کہتا ہے کہ میری شرٹ لے آنا۔کوئی کہتا ہے کہ میری فلاں چیز لے آنا۔(وہ نوکر کہتا ہے) اچھا صاحب! کوئی اوکھے صاحب بھی ہوتے ہیں وہ ذرا اوکھے طریقے سے بولتے ہیں۔

ایک خدا اچھا ہے یا بہت سارے اچھے ہیں۔اس نے کہا کہ میں اس قوم سے ہوں جو شرک کرتی ہے۔ہمارے خاندان کو ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے، آباء ابراہیم اور اسماعیلؑ کو کہ اللہ کے سوا کسی کو خدا نہیں ماننا۔فرمایا کہ ہم پہ یہ اللہ کی نعمت ہے۔یہ اللہ کی ہم پہ بہت بڑی نعمت ہے۔لوگوں میں بھی ہم نے یہی بتایا، لوگ سمجھتے نہیں کہ ایک خدا کا وجود جو ہے یہ نعمت ہے۔علامہؒ نے بھی لکھا ہے کہ

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تمہیں وہ بچالیتا ہے۔ساری دنیا کے سامنے سر جھکانے سے بچالیتا ہے۔ایک ہی میرا مولا ہے۔ایک ہی میرا آقا ہے۔وہ تو خود Lord بن جاتا ہے کہ اوپر اللہ، نیچے "میں" ہوں۔یہی بات ہے ناں۔کائنات ساری نیچے ہے مجھ سے۔یہ میرے لئے بنائی گئی ہے۔خود کو وہ مقام مل جاتا ہے۔جب وہ خود توحید پر آجاتا ہے تو وہ اس مقام پر آجاتا ہے کہ میرے اوپر خدا ہے بس یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر، مجھ پر، اور عام انسانوں پر یہ بہت بڑی نعمت ہے اللہ کی توحید جو ہے لیکن ہم اسے سمجھتے نہیں۔بہت بڑی زبردست چیز ہے۔

ایک مثال بھی دی کہ جو شرک کرے وہ ایسے ہے کہ جیسے بہت اونچے مقام سے گر پڑے اور ہوائیں جو ہیں اس کے پرزے پرزے اڑا کے بکھیر دیں۔اس کی بوٹیاں جو ہیں، ہوا میں بکھیر دیں۔یا پرندے اس کو نوچ کے لے جائیں۔یہ بتایا جو توحید کو چھوڑ دیتا ہے۔جب وہ انکار کرتا ہے تو پرندے بوٹیاں راستے میں ہی نوچ کر لے جاتے ہیں۔شیاطین جو ہیں، اس کو بکھیر کے رکھ دیں۔اس پر قائم رہنا جو ہے یہ بہت بڑی دولت ہے۔اس کو قائم رکھنا ہی بڑی بات ہے۔

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) یہی کہتے تھے کہ ہمارے سلسلے کی خاص چیز کونسی ہے؟ توحید! اس پر کبھی Compromise نہیں کرنا۔نہ کسی کو سجدے کرنے دینا۔نہ چادریں، نہ یہ اور نہ وہ۔کسی کو نزدیک نہیں آنے دینا۔میرا تو جی چاہتا ہے کہ لکھ دوں کہ عورتوں کا تو مزار پہ آنا منع ہونا چاہیے۔یہ سارے کرتب کرتی ہیں۔وہ وہاں لکھ دیا جائے کہ دُعا مانگنی ہو تو دوسرا کمرا جو ہے وہاں بیٹھ کر مانگو۔قرآن پڑھو۔دعا مانگو۔اُدھر دعا مانگو۔اِدھر نہیں مانگنا۔تو ایسا لکھ دیا جائے، لیکن ان کا خیال دیکھیں کہ ان کو دور رکھا جائے۔یہ ضرور چومنے چاٹنے سے باز نہیں رہ سکتیں۔بہر حال سلسلہ توحیدیہ کی وہ خاص چیز جو ہے وہ ہماری یہ توحید ہے۔اس پہ Compromise نہیں کرنا۔کس کے رکھنا میرے بعد، کس کے رکھنا۔حاضرین میں موجود جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی (موجودہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ) فرمانے لگے کہ فرمایا ہی یہی ہے۔اسلام نے فرمایا ہے کہ توحید۔توحید نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

باباجانؒ فرمانے لگے کہ دین کی اصل یہی ہے۔سورۃ الاعراف میں آتا ہے۔ سب پیغمبروں کا باری باری ذکر کیا۔ھود علیہ السلام نے یہ کہا، وہ آئے تو اُنہوں نے یہ کہا کہ؛

يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ ۔

قرآن پاک میں سب کا Repeat کیا۔ھود علیہ السلام نے یہ کہا۔اُنہوں نے یہ کہا، اُنہوں نے یہ کہا۔بار بار وہی جملہ Repeat کیا گیا ہے۔سب نے اپنی قوم کو یہ کہا۔

يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ ۔

اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔اسی کی بندگی کرو ۔ہر پیغمبر کا پہلا Message یہی تھا۔ یہی پیغام سب سے چلا ۔سب کا پہلا پیغام یہی تھا کہ لا الٰہ الا اللّٰہ ۔اس کے بعد پھر رسالت۔ جو پیغمبر آیا اس کی رسالت کو تو ماننا ہی پڑتا ہے ۔یہ جو بتائے یہ اللہ کی طرف سے ہی آیا ہے۔ یہ بتائے گا کہ اللہ کی منشاء کیا ہے ۔کون سا طریقہ اختیار کرنا ہے ۔نماز کیسے پڑھنی ہے ۔روزہ کیسے رکھنا ہے ۔اس کی رضا پر چلنا ہے ۔جنت کی جو بشیراً وّ نذیراً بن کے آئے نبی وہ کیسے ہمیں تعلیم دیتے ہیں ۔بشارت جو ہے کہ وہ حاصل ہوگی ،وہ کیسے کریں ۔یہ سب پیغمبر بتائے گا جسے اللہ نے بھیجا ہے۔

ساری تعلیم جو ہے وہ توحید ہی تھی ۔شریعت ہر ایک کو علیحدہ ملی ۔نماز تھی ،اس کے Format علیحدہ علیحدہ تھے ۔کسی میں نماز کچھ تھی تو کسی میں کچھ ۔بیٹھ کے پڑھو ،یا سجدہ کرو ،یا ایسے کرو ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رکوع صرف مجھے ملا ہے ۔پہلے کسی شریعت کی نماز میں رکوع نہیں تھا ۔اب بھی نہیں کرتے ۔یہ عیسائی ،یہ ہندو سب ماتھا ٹیکتے ہیں ۔بھگتی کرتے ہیں لیکن رکوع نہیں ہے ۔وہ عیسائی ویسے ہی بنچوں پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں ۔گورے علیحدہ ،کالے علیحدہ ۔ایک ہی مذہب میں گورے ،کالے علیحدہ علیحدہ بیٹھتے ہیں ۔ساتھ ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے ۔ یہ بات اُن لوگوں کو تو Strike کرتی ہے ناں کہ جن کے دل زندہ ہیں ۔وہ سوچتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے؟

ڈسپلن یعنی نظم وضبط کیا ہے؟

چوھدری محمد حسین (چیچہ وطنی)

ا۔ کہنے کو اس کا جواب بہت مختصر بھی ہے اور بہت طویل بھی۔ مختصراً ان معنوں میں کہ اگر ڈسپلن کو دو لفظوں میں بیان کرنا ہو تو کہہ دیں کہ ڈسپلن اسلام پر عمل کرنا ہے۔ کہ اسلام انسان کو نظم وضبط کے سوا کچھ نہیں سکھاتا۔ نہ صرف یہ کہ نظم وضبط کے فوائد سے آگاہ کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی ڈسپلن کی عدم موجودگی میں ہونے والے نقصانات کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔ اب اگر اسی نظم وضبط کو طویل معنوں میں بیان کرنا ہو تو یوں کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے ہر رکن اور ہر شاخ، کائنات کی ہر چیز اور ہر نظام کو دیکھ لیں اس میں نظم وضبط صاف نظر آئے گا۔

۲۔ اب مسلمان کی زندگی کو ہی لیجئے اس کی ساری زندگی نظم وضبط سے عبارت ہے۔ ہر مسلمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اب ادائیگی نماز میں ڈسپلن یہ ہے کہ ان کو وقت مقررہ پر، مقررہ سمت کی طرف رُخ کر کے مکمل طہارت کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اور بتائی گئی تعداد کے مطابق ادا کیا جائے۔ جب تک مسلمان ان تمام اصول وضوابط پر عمل پیرا ہوتا ہے اس کی ادا کی ہوئی نماز اس کے لیے ثواب اور اللہ کی رضامندی کا باعث ہوتی ہے مگر جیسے ہی ان اصولوں کو چھوڑا جاتا ہے نماز کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

یہی حال روزے کا بھی ہے۔ رمضان المبارک میں تمام مسلمان ایک ہی وقت پر کھانا پینا بند کرتے ہیں اور ایک ساتھ ہی مقررہ وقت پر افطار کرتے ہیں۔ یہاں ڈسپلن ہی ہے جو کہ انسان کو وقت کی پابندی کرنے اور اللہ کے احکامات سے روگردانی کرنے سے روکتا ہے۔

حج ڈسپلن کی ایک اور بڑی مثال ہے جہاں دنیا بھر کے ممالک سے آئے ہوئے مسلمان ایک ہی رنگ اور ایک ہی طرز کے لباس میں ملبوس، ایک ہی جگہ پر، ایک ہی امام کی پیروی کرتے ہوئے مقررہ ترتیب سے ایک ہی عبادت سرانجام دیتے ہیں۔

۳۔نظام کائنات نظم وضبط کی ایک واضح تصویر لیے ہوئے ہے۔دن اور رات کا بدلنا، موسموں کا آنا جانا، سورج چاند، زمین اور دیگر سیاروں کا اپنے مقررہ راستوں پر چلنا، پھولوں کے کھلنے، بارش کے برسنے، درختوں کے پھولنے پھلنے، پھلوں کے پکنے غرض ہر ہر نظام میں ڈسپلن موجود ہے۔دن سے پہلے رات نہیں آتی۔سورج کبھی مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہیں ہوتا زمین 365 دنوں میں ہی سورج کے گرد اپنا چکر مکمل کرتی ہے۔پودا لگانے کے لئے پہلے بیج ڈالا جاتا ہے۔پھر وہ بڑھ کر ایک پودے اور اس کے بعد تناور درخت کی شکل اختیار کرتا ہے۔ درخت پر پہلے پھول اور اس کے بعد پھل لگتے ہیں۔جو اپنے وقت مقررہ پر پک کر تیار ہوتے ہیں اب ذرا غور کریں کہ اگر اسی نظام میں نظم وضبط نہ ہو تو نہ تو وقت پر دن آئے اور نہ ہی رات ہو اجرام فلکی اپنے مقررہ مدار پر نہ چلنے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جائیں، پھول ٹہنی سے جدا کر دیا جائے تو وہ مرجھا جاتا ہے، درخت کو وقت مقررہ پر پانی نہ دیا جائے تو وہ سرسبز و شاداب نہیں رہتا۔درخت ہمیشہ اپنی جڑوں سے پانی حاصل کرتا ہے کبھی پتوں سے پانی حاصل نہیں کرتا۔یوں نظم وضبط سے ذرا سی لاپروائی سے کائنات کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔

۴۔ہمیں نظم وضبط کی مثالیں لینے کے لئے زیادہ دور جانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اگر ہم اپنا جسم، اس کے وقت پر کام کرتے نظام پر غور کریں تو معلوم ہوگا، خون کا گردش کرنا، سانس کا آنا جانا، دل کا دھڑکنا، ہر عضو کا خاص طریقے سے حرکت کرنا نظم وضبط کا حصہ ہے۔اگر یہ نظام ذرا سا تبدیل ہو۔مثلاً دل دھڑکنا بھول جائے، ہم وقت پر سانس اندر اور باہر نہ لیں۔خون کی گردش کم یا بہت تیز ہو جائے تو نظام جسم درہم برہم ہو جاتا ہے یہ ڈسپلن ہی ہے جو انسانی جسم کی زندگی کی ضمانت ہے۔یہ نہ ہو تو انسان زندہ نہ رہ سکے۔

اپنے اردگرد کے ماحول پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز بشمول انسانی جسم نظم وضبط کے اہم اصول کے تحت ہی کام کر رہی ہے۔مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اصول اتنا ہی اہم ہے کہ اس کے بغیر کائنات اور انسانی زندگی کا تصور بھی محال ہے تو انسان خود اس پر عمل پیرا کیوں نہیں ہے۔آج کا انسان اس سنہری اصول سے نظریں کیوں چرا رہا ہے۔اس کا جواب

یہ ہے کہ کسی اصول پر عمل پیرا ہونا ہمیشہ مشکل عمل رہا ہے اور آج کا انسان نہایت تن آسان ہو چکا ہے وہ ہر کام میں آسانیاں تلاش کرتا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ آج وہ ناکامیوں کا منہ تک رہا ہے۔دنیا کی اقوام پر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آج وہی اقوام کامیاب ہیں جنہوں نے نظم وضبط کو اپنی زندگی کا سنہری اصول بنایا۔یہ بات نہایت افسوسناک ہے مگر سچ ہے کہ مسلمان قوم ہرگز ان اقوام میں سے نہیں ہے۔مسلمان تن آسانی کی طرف مائل ہو چکے ہیں،وہ مشکلات سے کترانے لگے ہیں اس لیے دن بدن پستی کی طرف جا رہے ہیں ۔مسلمانوں کی اس پستی اور نظم وضبط سے نگاہیں چرانے کو مرحوم اشفاق احمد صاحب نے ایک نہایت پر اثر واقعہ کی صورت میں اپنی کتاب **زاویہ** میں بیان کیا ہے ۔اشفاق صاحب کہتے ہیں ''میں تین چار برس پہلے کینیڈا گیا وہاں ایک یوری انڈر یونامی ایک ریڈیو اناؤنسر ہے۔اب وہ مسلمان ہو گیا ہے۔اس کی آواز بہت خوبصورت ہے میں اس وجہ سے کہ وہ ایک اچھا اناؤنسر ہے اور اب وہ مسلمان ہو گیا ہے اس سے ملنے گیا وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجوہات کے بارے میں بتا رہا تھا۔اس نے بتایا کہ وہ سورۃ روم پڑھ کر مسلمان ہوا ہے،میں نے کہا کہ اب تو ہمارے حالات بہت کمزور ہیں ۔اس نے کہا نہیں اسلام کا نام تو جلی حروف میں سامنے دیوار پر بڑا بڑا کر کے لکھا ہوا ہے۔میں نے کہا کہ نہیں ہم تو ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔خاص طور پر جس طرح سے ہم کو گھیرا جا رہا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے گھیرا جا رہا ہے لیکن اس صورت حال سے نکلنے کا بھی ایک انداز ہے،ہم نکلیں گے۔میں نے کہا کہ ہم کیسے نکلیں گے؟اس نے کہا کہ جب کوئی پانچ چھ سات سو امریکی مسلمان ہو جائیں گے اور اسی طرح 6۔7 سو کینیڈین مسلمان ہو جائیں گے اور ساڑھے نو سو سکینڈے نیوین مسلمان ہو جائیں گے پھر ہمارا قافلہ چل پڑے گا۔کیونکہ We are disciplined۔اسلام ڈسپلن سکھاتا ہے۔نعرہ بازی کو نہیں مانتا۔میں بڑا مایوس شرمندہ اور تھک سا گیا اس کی بات سن کر اور سوچا کہ دیکھو! ہر حال میں ان کی ''چڑھ'' مچ جاتی ہے۔یہ جو گورے ہیں یہ یہاں بھی کامیاب ہو جائیں گے ۔اسلام جو ہم کو بہت پیارا ہے ہم نعرے مار مار کر،گانے گا گا کر یہاں تک پہنچے ہیں ۔اور یہ ہمیں مل نہیں رہا۔میں نے اس سے کہا کہ اس میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہوگا؟تو اس نے کہا کہ نہیں! آپ سے

معافی چاہتا ہوں کہ آپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔میں نے کہا کہ یار ہمارا بھی جی چاہے گا کہ ہمارا بھی اس میں کوئی حصہ ضرور ہو۔کہنے لگا کہ ایسا کریں کہ جب ہمارا قافلہ چلے گا تو تم بھی بستر اُٹھا کر پیچھے پیچھے چلے آنا اور کہنا Sir we are also Muslims لیکن آپ میں وہ ڈسپلن والی بات نہیں ہے اور دنیا جب بھی آگے بڑھتی ہے تو وہ نظم سے اور ڈسپلن سے ہی آگے بڑھتی ہے۔''

ذرا غور کریں! ایک نئے مسلمان ہونے والے شخص کا مسلمانوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ڈسپلن اور نظم وضبط ایک اہم اصول ہے مگر اس کو مانتے نہیں ہیں۔ہم قرآن کو پڑھتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں۔قرآن میں اسلامی تاریخ کا ذکر بھی کیا گیا ہے جہاں نظم وضبط کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔اور اس کی عدم موجودگی میں ہونے والے نقصانات کا ذکر بھی ہے۔اب غزوہ اُحد کو ہی لیجئے سات سو مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے دی وہ جنگ جیتتے جا رہے تھے،مگر عین اس وقت جب فتح کا علم ان کے ہاتھ آنے لگا تھا انہوں نے امیر لشکر حضور ؐ کی حکم عدولی کی یعنی ڈسپلن Violate کیا اور گھاٹی پر سے جگہ چھوڑ دی حالانکہ اس کا حکم نہیں تھا چنانچہ وہی فتح نہ صرف ناکامی میں تبدیل ہوئی بلکہ مسلمانوں کو سخت جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ حالات میں بہتری کیسے آسکتی ہے۔اس کی دو صورتیں ہیں کہ ایک انقلاب آئے ،عام انقلاب نہیں ڈنڈے والا انقلاب کیونکہ اب ہم صرف ڈنڈے کے مسلمان رہ گئے ہیں۔اور پھر اس ڈنڈے کی مدد سے سب مسلمانوں کو سدھارنے کی کوشش کی جائے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہر مسلمان،ہر شخص خواہ وہ عورت ہے نوجوان مرد ہے،بوڑھا ہے یا پھر بچہ اپنے طور پر خود کو سدھارنے کی کوشش کرے۔اس طرح ایک وقت آئے گا کہ جب دیئے سے دیئے جلتے جلتے روشنی پھیلے گی اور اُمید ہے کہ کل کی مسلمان قوم آج سے بہت بہتر ہو کیونکہ ترقی کرنے کے لیے ہمیشہ چھوٹے کام سے شروع کرنا ہوتا ہے۔اس سلسلے میں مرحوم اشفاق احمد صاحب کچھ اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

''دین ہر معاملے میں ڈسپلن سکھاتا ہے ہمارے بابے کہتے ہیں کہ ڈسپلن چھوٹے کاموں سے شروع ہوتا ہے جب آپ معمولی کام کو اہمیت نہیں دیتے اور ایک لمبا سا منصوبہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں ۔اپنا ذاتی اور انفرادی تو پھر آپ سے اگلا کام چلتا نہیں۔کافی عرصہ پہلے میں چین گیا یہ اس وقت کی بات ہے ۔جب چین نیا نیا آزاد ہوا تھا۔ہم سے وہ ایک سال بعد آزاد ہوا تھا۔ان سے ہماری محبتیں بڑھ رہی تھیں اور ہم ان سے ملنے چلے گئے ۔افریقہ اور پاکستان کے کچھ رائٹرز چینی حکام سے ملے ۔ایک دن ہم باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گاؤں میں بہت دور پہاڑوں کی اوٹ میں کچھ عورتیں بھٹی میں دانے بھون رہی تھیں دھواں نکل رہا تھا۔میرے ساتھ شوکت صدیقی تھے کہنے لگے یہ عورتیں ہماری طرح سے ہی دانے بھون رہی ہیں ۔جب ہم ان کے پاس پہنچے تو دو عورتیں دھڑا دھڑ پھوس، لکڑی جو کچھ ملتا تھا بھٹی میں جھونک رہی تھیں اور اپنے رومال باندھے کڑاہے میں کوئی لیکوڈ (مائع) سا تیار کر رہی تھیں ۔ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم سٹیل بنا رہی ہیں ۔میں نے کہا کہ سٹیل کی تو بہت بڑی فیکٹری ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ ہم غریب لوگ ہیں اور چین ابھی آزاد ہوا ہے ہمارے پاس کوئی سٹیل مل نہیں ہے ۔ہم نے اپنے طریقے سے سٹیل بنانے کا ایک طریقہ اختیار کیا ہے ۔یہ عورتیں صبح اپنے کام پر لگ جاتیں اور شام تک محنت اور جان ماری کر کے سٹیل کا ایک ''ڈلا'' یعنی پانچ، چھ سات آٹھ سیر سٹیل تیار کر لیتیں ۔ٹرک والا آتا اور ان سے آ کر لے جاتا ۔اب بھی میں کبھی اس بات کو سوچتا ہوں کہ سبحان اللہ ان کی کیا ہمت تھی ۔ان کو کس نے ایسے بنا دیا کہ یہ کام ہم کریں گی تو ملک کی کمی دور ہو گی، چھوٹا کام بہت بڑا کام ہوتا ہے اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا ۔جو کوئی اسے انفرادی یا اجتماعی طور پر چھوڑ دیتا ہے مشکل میں پڑ جاتا ہے ۔

لہٰذا ضرورت اس چھوٹے عمل کی ہے ۔جس دن ہم خود کو یہ چھوٹا کام کرنے پر آمادہ کر لیں گے ۔اور ہر شخص انفرادی طور پر خود کو سنوارے گا مسلمانوں کی حالت سدھرے گی اور وہ بھی ایک disciplined قوم بن سکے گی ۔

حاجی رود به کعبه حج اورعیدالاضحیٰ

(آخری قسط)

(طارق محمود)

آج تک عیدالاضحیٰ کا تعلق مناسک حج سے منسلک دیکھتے،اور سنتے آئے تھے۔ پہلی بار پتہ چلا کہ حج کے دوران عید کی نماز نہیں پڑھنا ہوتی۔ ''رہنمائے حج'' کے الفاظ میں ''حجاج کے لیے عید منانے کا کوئی تصور نہیں''۔عید کی مبارک باد دیتے بھی کسی کو نہیں سنا۔قربانی کے گوشت تک رسائی ہوتی تو شاید عید کا سماں بن ہی جاتا۔ہوٹل میں چند پرجوش نوجوانوں کا پروگرام تو تھا کہ قربانی خودکر کے باربی کیو کا اہتمام کریں گے مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

غارحرا:

مقامات مقدسہ پر آنے والوں کو ایک طلب ان مقامات کے دیکھنے کی ہوتی ہے جن میں ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی کوئی جھلک ہو۔غارحرا کی تاریخی اہمیت کی وجہ سے حاجیوں کی کثیر تعداد جبل نور کا رُخ کرتی ہے۔اگر چہ سعودی حکومت حجاج اور زائرین کو وہاں جانے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔گزشتہ تین عمروں کے دوران دو دفعہ غارحرا تک جانا ہوا (پہلی بار 1999ء اور دوسری بار 2013ء)تقریباً ایک گھنٹہ جانے اور پون گھنٹہ واپسی میں لگا تھا۔ حج کے چند دن بعد پختون بھائیوں کے ساتھ غارحرا جانے کا پروگرام بنا۔چھ بجے صبح ہوٹل سے ٹیکسی پر روانہ ہوئے۔اس بار کچھ بازار سا شروع میں نظر آیا (ممکن ہے صرف حج کے دنوں میں ہی ہوتا ہو)ایک انفارمیشن سنٹر بھی پہلی مرتبہ دیکھا جس میں غارحرا کے بارے میں معلوماتی پروگرام دیکھنے کے لیے صلائے عام تھی۔مختلف زبان والوں کے گروپ بنا کر ایک دستاویزی فلم

دکھائی جارہی تھی جس میں غار کی جغرافیائی معلومات کم اور یہ تلقین زیادہ تھی کہ صحابہ کے دور کی ایسی کوئی روایت یا شہادت موجود نہیں کہ انھوں نے کبھی اس غار کی زیارت کے لیے سفر کیا ہو۔ غار تک پہنچنے میں پیش آنے والی مشکلات کو تفصیل سے سنا اور دکھا کر زائرین کو اس ارادے سے باز رہنے کی ترغیب دی جارہی تھی۔ بیس سال پہلے متعدد کشمیری غار کے راستے میں سیڑھیاں بنانے کی نیت ظاہر کرنے کے لیے جا بجا ریت، سیمنٹ اور اوزار رکھے بیٹھے ہوتے تھے، چندہ اکٹھا کرنے کے لیے جس کا زیادہ مقصد ان کی اپنی ضروریات کی کفالت ہی ہوگا۔ اب سیڑھیاں تو کافی حد تک بن چکی ہیں اور سہارے کے لیے پائپوں کی ایک گرل سی بھی لگا دی گئی ہے۔

دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے اکثریت نے صبح کا وقت ہی چنا ہوا تھا۔ ہم پہنچے تو کافی رش ہو چکا تھا۔ راستے کی چوڑائی تقریباً تین چار فٹ دو طرفہ آمد و رفت کے لیے ہے۔ دو تہائی چڑھائی کے بعد دیکھا کہ نیچے سے اوپر جانے والوں نے اترنے والوں کا راستہ بلاک ہی کر دیا تھا، گفتگو گرما گرمی سے تلخ کلامی بلکہ بد کلامی تک جا پہنچی۔ دھکم پیل کو دیکھتے ہوئے آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دونوں بھائی البتہ غار تک ہو آئے۔ میں نے نیچے اتر کر ٹیکسی پکڑی اور ہوٹل جا پہنچا۔

غار کے راستے کے دونوں طرف پانی کی خالی بوتلیں، جوس کے ڈبے اور ردی اشیاء کے انبار زائرین کی اس مقام سے عقیدت کا منہ چڑا رہے تھے، نبی ﷺ کی یادگار کی بے حرمتی کے علاوہ اس کو کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

طوافِ وداع:

مناسک حج کا آخری واجب یعنی طواف وداع یہاں قیام کے آخری جمعۃ المبارک کے دن کرنے کا ارادہ کیا۔ چالیس دن تو صحت بالکل ٹھیک رہی تھی اگرچہ بھی باری باری وائرل اٹیک بھگت چکے تھے۔ گزشتہ رات سے کھانسی اور بخار کے سبب طبیعت مضمحل سی تھی۔

واپسی فلائیٹ اتوار کو تھی۔ ہفتہ کا دن بیچ میں تھا تو سبھی پر یہ سوچ کر کہ کہیں طبیعت زیادہ خراب نہ ہو جائے، جمعہ کو ہی اس واجب کو ادا کرنا مناسب سمجھا۔

شام کو ہوٹل پہنچ کر سامان پیک کیا۔ دفتر کے ایک کولیگ ڈاکٹر ارشد کے محلے دار نیامت صاحب بھی ہماری بلڈنگ میں تھے۔ انھوں نے ہر آئٹم کی Wrapping میں سب اہل کمرہ کی مدد کی۔

ہفتہ کی صبح طبیعت کچھ بہتر محسوس ہوئی۔ سرزمین حجاز پر آخری دن بھی تھا۔ ابراج الصفوہ کے فیصل آبادی ریسٹورنٹ سے تازہ پراٹھا، آملیٹ اور Fresh Cup نام کی ایک کارنر شاپ سے چائے کے بعد طواف وداع دوبارہ کیا۔

سفر واپسی: فلائیٹ کا وقت اتوار 25 اگست دوپہر دو بجے تھا۔ ہوٹل سے روانگی کے لیے صبح چار بجے کا وقت دیا گیا۔ سامان ہفتہ کی شام ٹرکوں پر ائر پورٹ بھجوا دیا گیا تھا۔ تین بجے ہوٹل سے چیک آؤٹ کیا اور چار بجے بسیں روانہ ہو گئیں۔ راستے میں ایک بزرگوار نے نماز فجر کے لیے آواز بلند کی۔ دو تین دفعہ ڈرائیور کے قریب جا کر نماز کے لیے رکنے کو کہا۔ حیرت ہے کہ کسی اور نے ان کا ساتھ اس مطالبے کے لیے نہیں دیا۔ بس جدہ ائر پورٹ جا کے ہی رکی۔ تب تک سورج نکل آیا تھا۔ ایئر پورٹ پہنچ کر دستی سامان بھی ٹرالیوں پر لاد کر کسی اگلے مقام پر پہنچا دیا گیا۔ آب زم زم کی تقسیم فی پاسپورٹ پانچ لیٹر شروع ہوئی تو ایک طویل لائن حجاج کی بن گئی حالانکہ ضرورت اس بے مصرف مشقت کی اصولاً تھی نہیں۔ آب زم زم سب کو مل ہی جانا تھا۔

آب زم زم کے ڈبے وصول کر کے ہر کوئی ان کی Wrapping میں لگ گیا۔ میں نے ایک معاون حجاج سے استفسار کیا کہ کیا ان ڈبوں کی Wrapping ایئر لائن کی Requirement ہے؟ اس کا جواب نفی میں پا کر مارکر سے نشان لگانے پر اکتفا کیا۔ شاید پوری فلائیٹ میں ہمارے دو ڈبے ہی Wrapping کے بغیر تھے۔ دو تین گھنٹے ایک انتظار گاہ میں گزارے جہاں اے سی تو نہیں، کھلی فضا میں کہیں کہیں کولر کی ہوا تھی۔ ایک طویل لائن

میں لگ کے ایک انکلوژر میں پہنچے جہاں گذشتہ رات والا سامان اور آج والا دستی سامان ڈھونڈ کر ٹرالیوں پر لادا۔ بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے ایک اور قطار میں لگ گئے کاؤنٹر کے پاس ایک حاجی صاحب ائر لائن اور عملے کو خاصے تلخ الفاظ میں کوس رہے تھے۔ معاملہ کچھ سامان سے متعلق تھا۔ میں نے وزن کی گنجائش کو مدنظر رکھتے ہوئے دو اٹیچی پینتیس پینتیس کلو کے بنا رکھے تھے۔ لوڈر کہنے لگا کہ بہتر تھا ایک نگ کا وزن تیس کلو سے زیادہ نہ ہوتا۔ کیوں کہ یہ کاؤنٹر والے کی صوابدید ہے کہ وہ تیس کلو سے زیادہ کا آئٹم بک کرے یا انکار کر دے۔ اس نے بتایا کہ یہ جو حاجی صاحب تیخ پا ہو رہے تھے، ان کا یہی مسئلہ تھا۔ غنیمت ہے کہ اٹیچی بک کر لیے گئے ورنہ انکو کھول کر تین حصوں میں کرنا ایک بڑی کوفت ہوتی۔ امیگریشن سے نبٹ کر لاؤنج میں جا کر سکون محسوس ہوا۔ پی آئی اے سے ملنے والی چھتریوں میں سے ایک تو گم ہو گئی تھی دوسری ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ بیشتر حاجی صاحبان نے چھتریوں کے بنڈل بنا کے دستی سامان میں رکھے ہوئے تھے۔ امیگریشن پر یہ بنڈل رکھوا لیے گئے اور ان کی یہ محنت اکارت گئی۔

جو یوں ہوتا تو کیا ہوتا:

ڈیپارچر لاؤنج میں پہنچے تو بورڈنگ شروع ہونے میں گھنٹہ بھر باقی تھا۔ لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ باقی ماندہ ریال کی چاکلیٹ ہی لے لی جائے۔ کاؤنٹر پر ادائیگی کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو بٹوہ موجود نہیں تھا۔ اچھا خاصا جھٹکا لگا۔ رقم تو خیر جو تھی، دفتر کا کارڈ، شناختی کارڈ اے ٹی ایم کارڈ بھی اسی میں تھے۔ تمام جیبیں ٹٹول لیں حالانکہ بٹوہ دائیں جیب میں ہی ہوتا ہے ایک گمان یہ بھی گزرا کہ ائرپورٹ آنے کے بعد ایک کیفے سے جوس لیا تھا۔ ممکن ہے ادائیگی کے بعد بٹوہ وہیں بھول آیا ہوں۔ باہر جانے کی اجازت ملنا بھی مشکل تھا۔ ایک ساتھ بیٹھے مسافر نے پریشانی بھانپتے ہوئے پوچھا کہ آپ کا پاسپورٹ تو گم نہیں ہوا؟ اسے بتایا کہ پاسپورٹ نہیں، بٹوہ گم ہو گیا ہے۔ صبر کر کے اس گمشدگی کو قبول کیا۔ کچھ دیر بعد شرٹ کی جیب پر نظر پڑی تو اس میں

پاسپورٹ نظر نہیں آیا۔ بٹوہ پینٹ کی جیب میں تھا۔ اس کا نکال لیا جانا تو کسی کی کاروائی ہو سکتی تھی۔ پر پاسپورٹ تو شرٹ کی اوپر والی جیب میں رکھا تھا جو ہر وقت نظروں میں رہتی ہے، ذہن اس صدمے کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ ارضِ مقدس سے جاتے جاتے جمع پونجی سے محرومی اور پاسپورٹ کے نہ ہونے سے ہونے والی پریشانیاں سوچ کے حواس گم تھے۔ دس، پندرہ منٹ اس مایوسی کے عالم میں گزر گئے تو ایک سیکیورٹی اہلکار پاسپورٹ ہاتھ میں لیے قریب آیا اور نام پکارا۔ جواب دینے پر اس نے پاسپورٹ میری طرف بڑھایا۔ کہنے لگا اتنی دفعہ اناؤنسمنٹ دی جا چکی ہے کہ کسی کا پاسپورٹ گم ہوا ہے تو آ کر لے جائے۔ پاسپورٹ ملنے کی خوشی پر بٹوہ گم ہونے کا افسوس غالب تھا۔ پاسپورٹ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو نیچے بٹوہ بھی تھا۔ کھول کے دیکھا تو ہر چیز اپنی جگہ پر تھی۔ جان میں جان آئی اور سکھ کا سانس لیا کہ ایک بڑے صدمے سے نجات ملی۔

غنچۂ دیگر بشگفت:

جہاز میں بورڈنگ شروع ہوتے ہی تمام مسافر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ایک لمبی لائن لگ جاتی ہے۔ حالانکہ جو بورڈنگ کارڈ لے چکا ہے وہ سوار ہو کے رہے گا۔ لاؤنج میں قیام ایک ڈیڑھ گھنٹے کا تھا۔ موبائل کی چارجنگ کم اور چارجنگ کے پوائنٹ قریب دیکھ کر موبائل چارجنگ پر لگا دیا۔ لگاتے ہوئے خیال بھی آیا کہ بورڈنگ شروع ہونے پر بھول ہی نہ جاؤں۔ اس دوران پاسپورٹ اور بٹوہ گم ہونے اور مل جانے کا صدمہ اور خوشی باقی تمام سوچوں پر حاوی ہو چکے تھے۔

بورڈنگ کی طویل قطار کو بنچ پر بیٹھے اطمینان سے دیکھ رہا تھا کہ کاؤنٹر والے نے ایک قطار اور شروع کروا دی جس میں ہم دوسرے تیسرے نمبر پر آ سکتے تھے۔ فوراً سامان اٹھایا اور جہاز کے لیے پہلی بس میں سوار ہو گئے۔ دل ہی دل میں اپنی پلاننگ پر خوش ہو رہا تھا کہ قطار میں بھی نہیں لگنا پڑا اور سامان کے لیے جہاز کے کیبن بھی خالی ملیں گے۔ بس جہاز کے قریب پہنچی تو ایک شدید جھٹکا پھر لگا۔ موبائل دیکھنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو یاد آیا کہ وہ تو چارجنگ پہ لگا

چھوڑ آیا ہوں۔ یہ صدمہ شاید پہلے والے سے بھی زیادہ تھا کہ بے شمار ڈیٹا، تصاویر جن پر خاصی محنت ہوئی تھی۔ سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا۔ سوچا کہ اسی بس میں واپس جا کے لیے آتا ہوں۔ ڈرائیور سے شیشے کے آر پار اشاروں میں واپس جانے کا مکالمہ ہوا پر اس نے ہاتھ کے اشارے سے اترنے پر اصرار کیا۔

ایک بنگالی لوڈر نظر آیا تو اسے اپنا مسئلہ بتایا۔ اس نے بس کے ڈرائیور سے بات کی مگر وہ واپس لے جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ دوسری بس کے ڈرائیور سے کہلوایا پر اس نے بھی ایک نہ سنی۔ خود ڈرائیور کے قریب جا کر اسے بات سننے کا اشارہ کر کے شیشہ نیچے کروایا۔ اس نے گراؤنڈ سٹاف کی طرف اشارہ کر کے ان سے بات کرنے کو کہا۔ اس دوران ایک سعودی اہلکار معاملہ بھانپ کر قریب آیا اور پوچھنے لگا کہ کیا پرابلم ہے؟ توقع یہی تھی کہ اس غیر اہم سے مسئلہ کو سن کر وہ یلـه ، حـرك نوعیت کے کلمات کہتے ہوئے جہاز میں جانے کو کہے گا لیکن اس نے کچھ سوچ بچار کر کے ڈرائیور سے دروازے کھولنے کو کہا اور مجھے کہنے لگا کہ جا کر لے آئیں۔ ابھی بس موڑ کاٹ رہی تھی کہ اس نے نیچے بلا کر موبائل کا ماڈل اور رنگ پوچھا اور لاؤنج کے سٹاف کو اس بارے میں فون پر کچھ کہا۔ مجھے اس نے سیٹ نمبر پوچھ کر جہاز میں جانے کو کہا اس تشفی کے ساتھ کہ اگر موبائل مل گیا تو آپ کو وہیں پہنچا دیا جائے گا۔ میرا خیال تھا کہ لاؤنج سے موبائل کی اطلاع مل جائے تو تب جہاز میں جاؤں، تھوڑی دیر بعد وہ اہلکار مجھے متذبذب دیکھ کر قریب آیا اور کہنے لگا کہ آپ سیٹ پر چلے جائیں۔ موبائل مل گیا تو انشاءاللہ وہیں پہنچا دیا جائے گا۔

سینکڑوں حاجیوں اور وہ بھی پاکستانیوں کو ہینڈل کرنا اور دوسری طرف ایک حاجی کے موبائل کی بازیابی کا بے وقعت سا معاملہ، اندازہ یہی ہوا کہ طفل تسلی دے کر بھیجا جا رہا ہے۔ جہاز کے جانے کے بعد بات آئی گئی ہو جائے گی۔ بوجھل قدموں کے ساتھ جہاز میں جا کے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کی کہ حج کی مشکلات اور حاجیوں کے طور اطوار کی تصاویر جمع کرنے کے دانستہ اور ارادی جرم پر صرف موبائل فون گم ہونے کا جرمانہ شاید کم سے کم

تعزیر ہی بنتا ہے۔

جہاز کی روانگی سے دس، پندرہ منٹ پہلے وہ سعودی اہلکار آتا ہوا دکھائی دیا۔قریب آ کے موبائل فون سامنے کیا کہ یہی ہے؟اظہار تشکر کرتے ہوئے وصول کیا اور مسرت او رانبساط کی بھر پور کیفیت میں سفر گزارا۔

شاید نظم وضبط کے متوالے اور دوسروں کو''اکثرھم لا یعقلون'' کے زمرے میں شمار کرنے والے کو یہ نکتہ باور کرانا مقصود تھا کہ:

لازم ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

حج کیسا رہا:

مناسک حج شروع ہوئے اور آناً فاناً ختم بھی ہو گئے ۔عملاً تو یہ چار دن ہی تھے۔تین دن کا قیام منیٰ کا تھا۔خیموں میں بیشتر وقت آرام، گپ شپ اور خوردونوش میں ہی صرف ہوا۔کوئی ماحول تسبیح وتہلیل کا یا اہتمام عبادات ومناجات کا بجز فرض نمازوں کے، دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ بیس پچیس سال پہلے ہمارے دفتر کے ایک جونیئر انجینئر کو حج پر جانے کا موقع ملا۔واپس آنے پر میں نے اس سے پوچھا کہ حج کیسا رہا؟اس نے فوراً اور بے ساختہ جواب دیا کہ حج ایک اچھی آؤٹنگ ہے بشرطیکہ آپ کے پاس رقم وافر ہو۔

ہم سب اس کے معصومانہ جواب پر ہنس دیے۔بعد میں پتہ چلا کہ وہاں جاتے ہی طواف کے دوران اس کی جیب کٹ گئی تھی۔رقم کی کمی کا سامنا ہو تو حسرت اور تشنگی غالب رہتی ہے۔

سرکاری سکیم کا بنیادی نوعیت کی سہولیات والا پیکیج ہونے کے باوجود، کسی قسم کی مشقت سے واسطہ نہیں پڑا۔قربانی کا سرکاری انتظام، جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے ستون کی جگہ دیوار اور آمد و رفت کے لیے مخصوص راستے، خور دو نوش کا ہر وقت اور تسلی بخش انتظام،

سرکاری کھانے کی بے کیفی دور کرنے کے لیے مکہ ٹاور اور الصفوہ ٹاور کی فوڈ کورٹس کے علاوہ انواع و اقسام کی فوڈ چین کے ہوتے ہوئے حج ایک عبادت کے ساتھ ساتھ دلچسپ آؤٹنگ بھی کہلا سکتی ہے۔ موبائل فون کی وجہ سے بچھڑنے یا گم ہونے کے امکانات بھی بہت محدود ہیں۔ ہمراہیوں سے رابطہ ایک بڑی سہولت ہے۔

مناسک حج پورے کر لینے کے بعد یہ بات تو واضح ہو گئی کہ حج کوئی تربیتی پروگرام نہیں ہے۔ حاجی بن جانے والوں سے ان کے رویے اور معاملات میں تبدیلی اور بہتری سے متعلق بہت سی توقعات وابستہ کر لی جاتی ہیں۔ چند معمولات کو دہرانا ہی حج ہے۔ خطبہ حج اگر کوئی سن بھی لے تو اس کے پلے تو کچھ پڑتا نہیں۔ اس لیے یہ سوال کہ اتنے بڑے اجتماع کا حاصل کیا ہے؟ اس ہجوم کی کیا تربیت ہوئی؟ حاجی بننے سے کیا تبدیلی واقع ہوئی؟ یہ سب غیر متعلق ہیں۔

جو سوال میں نے اس انجینئر سے پوچھا تھا، اس کا جواب مجھ سے پوچھا جائے تو میں بلا تامل یہ کہوں گا کہ ”حج ایک Celebration ہے“ ہزاروں سال قبل کے واقعے کی یاد میں منایا جانے والا جشن جس میں شرکت بجائے خود ایک اعزاز ہے۔ ہر کسی کو اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق کچھ حصہ مل ہی جاتا ہے۔ کسی تقریب کی اہمیت کا براہ راست تعلق اس کے میزبان کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ امریکی صدر کے National Prayer Breakfast میں شرکت کو ایک اعزاز تصور کیا جاتا ہے۔ حجاج کو سعودی حکومت بجا طور پر ”ضیوف الرحمٰن“ کا نام دیتی ہے رحمٰن کی میزبانی ہو تو اس تقریب میں شرکت: ”یہ بڑے نصیب کی بات ہے“

ذکر کی اهمیت

(ابو بکر غزنوی)

اہل ذکر کی صحبت اختیار کرو

اے طالب!اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر رحمتوں کی بارش ہو اور تو انوار کی غذا کھائے تو اہل ذکر کی صحبت اختیار کر۔ان کی صحبت اکسیرِ اعظم ہے۔ان کی محفل کبریت احمر ہے۔تو اپنی انانیت کو کچل کر ان کی مجلس میں جا بیٹھ۔

ابو رزینؓ سے حضورﷺ نے فرمایا:۔''میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے دنیا اور آخرت کی سعادتیں تمھاری جھولی میں سمٹ آئیں۔''

علیک بمجالس اهل الذکر واذا خلوت فحرک لسانک ما استطعت بذکر الله

''اہل ذکر کی مجالس لازم پکڑو اور جب اٹھ کر وہاں سے جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبانوں کو حرکت میں لاؤ۔جہاں تک تمھارا بس چلے''۔

و احب فی اللّٰہ وابغض فی اللّٰہ ''اللہ کی خاطر محبت کرو،اللہ ہی کی خاطر نفرت کرو۔

پھر آپﷺ نے فرمایا:

''اے ابورزین! کیا تو نے محسوس کیا ہے کہ آدمی جب گھر سے اپنے دینی بھائی کی زیارت کی نیت سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔سب اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں،اے ہمارے رب!اس نے تیری خاطر یہ تعلق قائم کیا ہے،تو بھی اس سے تعلق قائم کر۔اے ابورزین!یہ ہے کام کرنے کا جہاں تک تمھارا بس چلے،اس میں اپنا جسم کھپا دو۔

اہل ذکر کی صحبت تمھیں ریاضت شاقہ سے بے نیاز کر دے گی۔

آنکه به تبریز یافت یک نظر شمس دیں

طعنه زندبردہا، سخرہ کند بر چلہ

تیسری بات یہ پلے باندھو کہ ذکرپیہم کرو، بلاناغہ کرو۔

کوک فریدا کوک توں، راکھا جویں جوار

جد تک ٹانڈا ناں پکے، تو کردا رہ پکار

ان تین باتوں کو پلے باندھ لو

۱)ذکر بوجہ اللہ کرو ۲)بلاناغہ کرو ۳)اہلِ ذکر کی صحبت اختیار کرو۔

ان تین باتوں پر اگر تو عمل پیرا ہوجائے تو میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تجھ پر انوارالٰہی کی بوچھاڑ ہو اور فیضان رحمت تیری رگ رگ اور نس نس کو سیراب کرے، تمھارے دامن کے سب داغوں کو دھوڈالنے کے لیے اس فیضان کا ایک چھینٹا ہی بس کافی ہے۔

تشکیک کا علاج:

بعض لوگوں کو مابعد الطبیعاتی حقائق کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں وحی و تنزیل کی حقیقت کیا ہے؟ ملائکہ کا وجود ہے بھی کہ نہیں؟ خدا غیر مرئی، ملائکہ غیر مرئی، وحی کا نزول غیر مرئی۔خدا حواس کی گرفت میں نہ آسکے۔

لا تدرکه الابصار وهو یدرك الابصار (6-103)

ملائکہ حواس کی گرفت میں نہ آسکیں ،وحی کا نزول دکھائی نہ دے، عقل اپنا مواد حواس ہی کے ذریعے اکٹھا کرتی ہے۔جو بات حواس کی گرفت میں نہ آسکے۔عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے عقل جب ان حقائق کا ادراک نہیں کرسکتی،تو وہ متشکک ہوجاتی ہے اور وہ باتیں جو ماورا عقل ہیں انسان انہیں خلاف عقل سمجھ بیٹھتا ہے۔تشکیک کی بیماری میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ روح کا کوئی

مستقل بالذات وجود ہے یا وہ مادے ہی کا خاصہ ہے اور جوہر حیات کے سوا کچھ بھی نہیں اور جب روح کا کوئی مستقل بالذات وجود نہیں، تو حیات بعد الممات کس سے عبارت ہے؟ تشکیک میں یہ وسوسہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ شکوک و شبہات جو ذہن میں ابھرتے ہیں ان کا باعث ذہانت اور عقل کی برائی ہوتی ہے۔ انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ میری ذہنی سطح عام انسانوں سے بلندتر ہے۔ اس لیے یہ خیالات میرے ذہن میں آتے ہیں۔ اگر آپ بات کا تجزیہ و تحلیل کریں، تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ محض روح کے کثیف ہو جانے سے اور روح میں ناسوتی خواص پیدا ہو جانے سے مابعد الطبیعاتی حقائق کے بارے میں انسان متشکک ہو جاتا ہے۔ اس میں ذہانت و عبقریت کی کوئی بات نہیں۔ زمانہ جاہلیت کے بدو بھی کہا کرتے تھے۔

اذا متنا و کنا تراباً و عظاما ء انا لمبعوثون (23-83)

''کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو گئے ہونگے اور ہڈیاں باقی رہ گئی ہوں گی، کیا ہمیں اٹھا دیا جائے گا''۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

میں نے عرض کیا کہ یہ حقیقتیں عقل سے ماوراء ہیں۔ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے اور اگر عقل کبھی زور دلائل سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیتی ہے تو یہ اس کی غباوت کی دلیل ہے اب سوال یہ ہے کہ پھر تشکیک کا علاج کیا ہے اور یقین داؤ عان کی دولت سے کیونکر بہرہ یاب ہوں۔

عامۃ المسلمین کو تو یقین وجدانی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایک بار عقائد کی چولیں ڈھیلی ہو جائیں اور شکوک و شبہات کے کانٹوں کی چبھن محسوس ہونے لگے تو تشفی مشاہدے کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ مشاہدہ ہر چند جزئی ہوتا ہے لیکن جز کل پر دلالت کناں ہوتا ہے اور مشاہدے کے لیے ذکر الٰہی سے بہتر کوئی راہ نہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ البالغہ میں کہا:

ولا افضل من الذکر یا عتبار تطلع النفس الی الجبروت

''عالم علوی سے آگہی حاصل کرنے کا ذریعہ ذکر الٰہی سے بہتر کوئی نہیں''

ذکر الٰہی سے مابعد الطبیعاتی حقائق کا منکشف ہونا خود احادیث سے ثابت ہے۔

عن ابی سعید الخدریؓ ان اسید بن حضیر قال بینما ھویقرامن اللیل سورۃ البقرۃ و فرمہ مربوطۃ عندہ اذا جالت الفرس فسکت فسکنت فقراء فجالت فسکت فسکنت ثم قرا فجالت الفرس

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیرؓ رات کے وقت سورہ بقرہ کی تلاوت کررہے تھے اوران کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔گھوڑا یکا یک بدکا تو آپ چپ ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔آپ پھر تلاوت کرنے لگے تو گھوڑا پھر بدکا آپ چپ ہوئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔آپ نے پھر تلاوت کی تو گھوڑا پھر بدک اٹھا۔

حضرت اسیدؓ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا:

فاذا مثل الظلۃ فیھا امثال المصابیح

تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سائبان سا ہے جس میں چراغ سے جل رہے ہیں۔

صبح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

تدری ما ذالك ''تمہیں خبر ہے کہ یہ کیا تھا''

''یہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو انہیں تیری آواز نے ایسا جذب کیا تھا کہ وہ واپس نہ جا سکتے اور صبح کے وقت لوگ انہیں دیکھتے اور وہ فرشتے ان سے چھپ نہ سکتے''۔ **(جاری ھے)**

سنت رسول ﷺ، اسلاف اُمت کی نظر میں

(مولانا محمد اویس سرور)

عمر بن عبدالعزیزؒ (م:101ھ) فرماتے ہیں:

''سنت کی مخالفت کر کے سلامتی حاصل نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل نہیں کی جاسکتی''(۲)

ذوالنون مصریؒ (م245ھ) فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق و اعمال اور تمام امور و عادات میں حبیب اللہ ﷺ کی سنتوں کا اتباع کیا جائے''(۳)

حضرت سہل تستریؒ (م:283ھ) فرماتے ہیں:

''بندہ جو فعل اقتداء رسول ﷺ کے بغیر کرتا ہے خواہ وہ بصورت اطاعت ہو یا معصیت، وہ عیش نفس ہے اور جو فعل اقتداء واتباع سے کرتا ہے وہ نفس پر عتاب اور مشقت ہے کیونکہ نفس کی خواہش کبھی اقتداء واتباع میں نہیں ہوسکتی اور اصل مقصود ہمارے طریق یعنی سلوک کا یہی ہے کہ اتباع خواہش سے بچیں''()

ایک اور موقع پر فرمایا:

''تین چیزوں سے مخلوق مایوس ہوگئی، توبہ کا التزام، سنت رسول ﷺ کا اتباع اور مخلوق کو اپنی ایذا سے بچانا''(۲)

کسی نے حضرت سہل تستریؒ سے دریافت کیا ''عالی ظرفی کیا چیز ہے؟

''اتباع سنت''(۳)

سہل تستریؒ فرماتے ہیں:

''ہر فعل جسے انسان آنحضرت ﷺ کی اقتداء کے بغیر کرے خواہ وہ عبادت ہو یا

معصیت وہ نفس کی زندگی ہے اور ہر فعل جسے وہ آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں کرے، وہ نفس کیلئے عذاب ہے"(۴)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م:1943ء) فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت بناتا ہے اس پر خدا تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے"(۵)

یوسف کاندھلویؒ (م:1965) فرماتے ہیں:

"تم حضور ﷺ کے نمونے پر بننا شروع کر دو پھر جس نے بننا ہوگا بن جائے گا اور جو بننے والا نہیں ہوگا اور بننے والوں کے لئے رکاوٹ بنے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح توڑ دے گا جیسے انڈے کے چھلکے کو توڑ دیا جاتا ہے، تم جن کو بڑی طاقتیں کہتے ہو خدا کے نزدیک ان کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں ہے، اس دنیا میں پاکیزہ انسانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مکڑیوں کے بڑے بڑے جالے لگ گئے تھے، جب حضور ﷺ کی سعی سے پاکیزہ انسان بن گئے تو خدا نے عذاب کی ایک جھاڑو سے روم و فارس کے جالے صاف کر دیئے تھے بالکل یہی صورت روس وامریکہ کی ہوگئی"(۱)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

"حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا پر ہے اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی، اسراف اور تعیش پر ہے۔ تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگی جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں، ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لئے) اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا، دانت شہید کرائے، حمزہؓ جیسے چچا شہید کرائے، تمہارے لئے راتیں جاگتے گزاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی، حضور ﷺ کی معاشرت بھی قیامت

کے لئے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے، جب تم میں نور ایمان آئے گا تو تمہیں حضور ﷺ کی معاشرت کی ایک ایک چیز پیاری لگے گی" (۲)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

"یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دل کش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اچھا نہیں (۱)"

مولانا عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں:

"اگر عمل سنت کے مطابق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ اگر چہ فی نفسہ وہ کتنا اچھا کیوں نہ ہو اور نیت کتنی ہی خالص کیوں نہ ہو" (۲)

آج کل ہمارے مسلم معاشرہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے بہت زیادہ اعراض کیا جاتا ہے اپنے ہر معاملے میں اپنی یا اپنے دوست کی مرضی، خوشی اور پسند کو ترجیح دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری وضع قطع، لباس اور عادات رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں بلکہ ہم اپنے ماحول معاشرے اور دوستوں کو خوش کرنے کے لئے یہود و ہنود اور انگریزوں کے پیروکار بن چکے ہیں رسول اللہ ﷺ کی عادات اور آپ کی سنتوں سے محبت تو درکنار ان کا مذاق اور ان سے نفرت کی جاتی ہے اور جب کوئی امت اپنے رسول کے طور طریقے، طرز زندگی اور فرامین سے منہ موڑ لے، ان کی اہمیت و حیثیت کو گرائے، بے قدری پر اُتر آئے تو اللہ جل شانہ ایسے لوگوں پر طرح طرح کے کئی عذاب مسلط فرما دیتے ہیں اور آج ہماری یہی حالت ہے۔

زاہد کے اوصاف

(مولانا محمد اسجد قاسمی)

ارشادِ نبوی ہے: ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو قبر اور بوسیدگی کو فراموش نہ کرے، دنیوی زندگی کی عمدہ ترین آرائش و زیبائش کو چھوڑ دے باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دے، اپنی زندگی کے اگلے دن کو شمار نہ کرے، اور اپنا شمار مردوں میں کر لے۔

زہد کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیوی لذتوں میں اشتغال سے آخرت کے لئے بے رغبت ہو جائے اور عیش و تنعم کی زندگی سے دستبردار ہو جائے، قرآن وحدیث کے متعدد نصوص میں زہد کی تلقین و تعریف کا مضمون اور اس کے فوائد واثرات کا بیان آیا ہے اور دنیوی لذتوں میں انہماک سے سختی سے روکا اور اس کی مذمت و مضرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

زہد کو خدا اور خلق خدا کی محبوبیت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صاحب سے فرمایا:

ترجمہ: دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رخی اختیار کر لو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو (مال و جاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے رخی اختیار کر لو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

احادیث شریفہ میں یہ بھی آیا ہے کہ:

ترجمہ: زہد اختیار کرنے والے منجانب اللہ حکمت القا کی جاتی ہے اس کی زبان پر کلمات حکمت جاری کر دیئے جاتے ہیں، اس کی نگاہوں کے سامنے دنیا کے عیوب و مفاسد آجاتے ہیں، اور دنیا سے اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں یہ بتایا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا زاہد وہی ہے جو پانچ اوصاف کا حامل ہو۔

(۱) **قبر اور بوسیدگی کو فراموش نہ کرے:**

یعنی موت، عالم قبر و برزخ، قبر کی وحشت و ہولناکی اور تنہائی کو یاد رکھے اور یہ فراموش نہ کرے کہ اس دنیا سے رخصت ہونا ہے اور فنا ہونا ہے، دوام کسی کو میسر نہیں ہے، احادیث میں موت کو (لذتوں کو ختم کرنے والی) کہا گیا ہے اور اسے بکثرت یاد کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے (ترمذی شریف)

قبروں کی زیارت کا جو حکم ہے اس کے متعدد مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ خوف پیدا ہو اور قبر و موت کی یاد تازہ رہے جس کا نتیجہ اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوگا، موت سے غفلت انسان کے دنیا دار ہونے اور شقی القلب ہونے کی دلیل ہے جب کہ موت کی یاد اور اس کی تیاری انسان کے دانش مند و ہوشیار رہنے کی دلیل ہے۔

(۲) دنیوی زندگی کی عمدہ ترین آرائش کو چھوڑ دے:

دنیوی زندگی کی زیب و زینت اور متاع و دولت عارضی اور بے مایہ ہے اسی لئے احادیث و آیات قرآنیہ میں دنیوی آرائشوں سے اور اس میں انہماک سے شدت سے منع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ طالب دنیا کا دل ہمیشہ پراگندہ، بے سکون اور غیر مطمئن رہتا ہے، اور مال و دولت کے پرستار پر لعنت خداوندی ہوتی ہے، بقدر کفاف پر رضا و قناعت اور دنیا طلبی سے دوری قابل تعریف عمل اور رحمت الٰہی کا ذریعہ اور فلاح و کامرانی کا وسیلہ ہے۔

(۳) باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دے:

باقی رہنے والی چیز آخرت ہے اور فنا ہونے والی چیز دنیا ہے، قرآن و حدیث میں دنیا کو متاع، لہو و لعب، فریب اور وقتی زینت بتایا گیا ہے جب کہ آخرت کو دار القرار، خیر و پائندہ تر، اور افضل و اشرف بتایا گیا ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر و بے قیمت سمجھے، اور اس سے جی نہ لگائے، اسے عبرت کی جگہ سمجھے، اسے اپنا مقصود و مطلوب نہ بنائے، بلکہ آخرت کو اپنا دائمی وطن، اصل مقام، حقیقی منزل سمجھے اور وہاں کی کامیابی کے حصول کی فکر و محنت میں لگا رہے،

احادیث میں آیا ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی، اور دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ وجیل ہے یا سرائے خانہ ہے۔ایک حدیث میں فرمایا گیا:

ترجمہ: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا، پس فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلہ میں باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دو۔

لہٰذا آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہی زہد کا تقاضا ہے، بعض حکماء کا مقولہ ہے کہ ''اگر دنیا فنا ہونے والے سونے سے بنی ہو اور آخرت باقی رہنے والے ٹھیکرے سے بنی ہو تب بھی عقل مند باقی کو فانی پر ترجیح دے گا۔

(۴) اپنی زندگی کے اگلے دن کو شمار نہ کرے:

یعنی موت کو ہمہ وقت نگاہوں کے سامنے رکھے، اور ہر آن یہ ذہن میں رکھے کہ اس کی موت قریب ہے، اور یہ تصور رہے کہ اگلا دن زندگی کا نہیں موت کا ہے اور ہر عمل مابعد موت زندگی کے لئے انجام دے، یہی زہد وتقویٰ کی علامت ہے۔

(۵) اپنا شمار مُردوں میں کرے:

دنیا کی زیب و زینت سے دست کش ہونا اور آخرت کی ہر دم تیاری میں لگے رہنا لازمی طور پر اللہ سے ملاقات کی محبت بڑھاتا ہے، اور اللہ سے ملاقات کی محبت کا لازمی نتیجہ دنیا سے جانے اور آخرت میں پہنچنے کی خواہش ہے، اور یہ زہد کا اعلیٰ مقام اور آخری منزل ہے کہ انسان بس اللہ ہی میں فنا ہو جائے اور اس سے لگاؤ وصل کا آرزومند ہو جائے۔

اصلاح باطن: بخل سے پرہیز

(حافظ محمد ہارون)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مال و دولت دے رکھا ہے۔وہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اس کا دیا ہوا مال انسان اپنی ضرورت پر خرچ کرے مگر اس میں اعتدال کی راہ اختیار کرے یعنی اپنے خرچے کو حد سے نہ بڑھائے اور نہ ہی اتنا کم کرے کہ ضرورت ہی پوری نہ ہو بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دولت کو بچا بچا کر جمع کر کے رکھتے ہیں ضرورت کے وقت بھی خرچ نہیں کرتے ان کی اس عادت کو بخل کہا جاتا ہے اسی وجہ سے بخل قابل مذمت ہے بلکہ یہ ایسی بری خصلت ہے جو گناہ میں شمار ہوتی ہے اور اس کے لئے جہنم کی وعید بھی ہے۔

بخل سے پرہیز قرآن کی روشنی میں:

بخل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم بہت سخت ہے کیونکہ بخل اچھی عادت نہیں۔ بلکہ آخرت میں قابل سزا ہے کیونکہ آخرت میں وہی مال جو بخیل بچا بچا کر رکھتا ہے اس کے لئے موجب عذاب بن جائے گا اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اور بخل کرنے والے یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو انہیں اپنے فضل میں سے دیا ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ وہ ان کے لئے شر ہے قیامت کے روز انہیں بخل کے سبب طوق ڈالا جائے گا۔آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہے اور اللہ اس سے باخبر ہے کہ جو تم کرتے ہو۔

(پ۴،آل عمران ۱۸۰)

جو مال بخیل جمع کر کے رکھے گا اسی کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا جو اس وقت کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہو گا۔بخل کی مذمت کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انہیں

دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کیا گیا ہے ۔
(پ نمبر ۵ نساء نمبر ۳۷)

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو تو اسے چاہئے کہ اسے اپنے مصرف میں لائے اور اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اللہ کی مخلوق کی مدد کرے اور راہ خدا میں انفاق (فی سبیل اللہ) کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو وہ بخیل شمار ہوگا اور اس کا فعل اللہ کے فضل کو چھپانے میں تصور کیا جاتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ: اور یہودیوں نے کہا کہ خرچ کرنے میں اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے ان کے ہاتھ بندھ جائیں ان کے اس کہنے پر ان پر لعنت کر دی گئی بلکہ خرچ میں اس کے ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے ۔(پ نمبر ٦ ، مائدہ ٦٤)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہود کے غلط عقیدہ کی تردید کی گئی ہے ۔ اور یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق کو بے پناہ دے رہا ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، ان کے لئے دردناک عذاب کی اطلاع ہے ۔(پ نمبر ۱۰ توبہ ۳۴)

اہل کتاب کے اکثر علماء اور رہبان بخل کرتے تھے اور سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے تھے اور اللہ کی راہ میں بالکل خرچ نہ کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخل کی عادت کے متعلق فرمایا ہے کہ آخرت میں ان کے بخل کا مال ہی ان کے دردناک عذاب کا سبب بنے گا مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جب انہیں اپنے فضل سے دیا تو انہوں نے بخل کیا اور اپنے منہ پھیر کر پلٹ گئے ۔(پ نمبر ۱۰ توبہ ٧٦)

حضور اکرم ﷺ (پر ایمان لانے) کی وجہ سے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مال و دولت عطا کر دیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو بے پناہ مال و دولت دے گا تو اس کی راہ میں خرچ کریں گے لیکن انہوں نے اس وعدہ کی خلاف ورزی

کرتے ہوئے بخل کرنا شروع کردیا تو ان کا ایسا کرنا اللہ کو بالکل پسند نہ آیا تو اللہ نے ان کی اس حرکت کی مذمت فرمائی ۔یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے کہ:

اگر وہ تم سے تمہارا مال طلب کرے پس سب کچھ مانگ لے تو تم بخل کرنے لگو گے اور وہ تمہارے دلوں کی عداوت کو ظاہر کردے گا۔ہاں تم ہی وہ ہو جنہیں اس طرف بلایا جاتا ہے کہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو ۔پھر تم میں ایسے بھی ہیں جو خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے ،تو دراصل وہ اپنی ذات ہی سے بخل کرتا ہے ،اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور یہ کہ تم ہی اس کے محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ پر کسی اور قوم کو بدل کرلے آئے گا پھر وہ تمہاری مثل نہ ہوں گے۔ (پ نمبر۲۶،سورہ محمد: ۳۷ تا ۳۸)

اللہ تعالیٰ غنی ہے اگر کوئی راہ خدا میں خرچ کرے گا تو وہ اس کے لئے مفید ہوگا اس کے برعکس اگر کوئی بخل سے کام کرے گا تو اس کا نقصان اسے ہی پہنچے گا ۔قرآن کریم میں فرمایا کہ: جو لوگ بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ وہ ہے جو غنی ہے حمد کیا گیا ہے۔ (پ نمبر ۲۷،سورۃ حدید ۔۲۴)

ایک تو خود بخل کرنا بذات خود گناہ کا فعل ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی ترغیب دینا یہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے اس لئے ایسی بری عادت سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ۔اللہ تعالیٰ کے ان تمام احکامات سے معلوم ہوا کہ بخل نہایت ہی برا فعل ہے ۔اور بدترین گناہ ہے لہٰذا اس سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے اللہ کے دیئے ہوئے مال سے ہمیشہ اللہ کے بھروسے پر خرچ کرو اللہ تعالیٰ کبھی کمی نہیں آنے دے گا۔

بخل سے پرہیز احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ایک مرد مومن میں جمع نہیں ہوتیں ۔بخل اور بد خلقی ۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان میں دو بدترین خصلتیں ہیں انتہائی بخل اور انتہائی بزدلی۔

حضرت ابوالدرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو مرتے وقت صدقہ کرے یا غلام آزاد کرے ایسی ہے کہ جیسے کوئی پیٹ بھرنے کے بعد کسی کو بچا ہوا کھانا ہدیہ کردے (بحوالہ احمد نسائی)

حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں مکار بخیل، اور احسان جتانے والے داخل نہ ہوں گے۔(بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں میں سب سے بدتر آدمی کا پتہ نہ دوں؟ لوگوں نے عرض کیا، بتائیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ مانگا جائے اور وہ اس کو نہ دے(بحوالہ مسند احمد)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم سے اعراض کرو کیونکہ ہر ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا اسی طرح بخل سے بچو کیونکہ اس نے اس سے پہلے بہت لوگوں کو اس طرح ہلاک کیا کہ انہوں نے ظلم پر اکسایا اور انہوں نے خونریزی کی اور حرام کو حلال سمجھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے خداوند (اپنی راہ میں) خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف فرما۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخی اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب اور لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور ہے جب کہ بخیل اللہ سے دور جنت اور بندگان خدا سے دور اور دوزخ سے قریب ہے اور سخی جاہل اللہ تعالیٰ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سخاوت جنت کا ایک درخت ہے سخی اس کی شاخیں پکڑتا ہے اور یہ شاخیں اس کو جنت میں داخل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گی، اسی طرح

بخل بھی دوزخ کا ایک درخت ہے پس بخیل اس کی شاخوں کو پکڑتا ہے اور وہ شاخیں اس کو دوزخ میں داخل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گی ۔(بحوالہ بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں ہیں ان کے ہاتھ چھاتیوں اور گردنوں کیساتھ باندھ دیئے گئے ہیں پس صدقہ کرنیوالا جب صدقہ کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کھل جاتے ہیں اور جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ سکڑ جاتی ہے اور اس کے حلقے اپنی اپنی جگہ تنگ ہو جاتے ہیں ۔(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کے دوستوں میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا ایک شخص نے کہا کہ تجھے جنت کی خوشخبری ہے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ شاید اس نے کبھی بھی فائدہ کی بات کی ہو یا ایسی چیز میں بخیلی کی ہو جس سے اسے کچھ نقصان نہ ہوتا ۔(بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ فلاں کا میرے باغ میں کھجور کا درخت ہے اور اس درخت کے باعث وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے نبی کریم ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا اپنا درخت مجھے بیچ دو عرض کی نہیں فرمایا کہ مجھے ہبہ کر دو ۔ عرض گزار ہوا کہ نہیں ۔فرمایا کہ جنت کے ایک درخت کے بدلے بیچ دو ۔عرض کی نہیں ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے بڑھ کر بخیل نہیں دیکھا مگر جو سلام میں بخل کرتا ہو (بحوالہ احمد بیہقی)

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوتے ۔اگر ایمان غالب ہوتا ہے تو بخل جاتا رہتا ہے اور بخل غالب ہوتا ہے تو ایمان جاتا رہتا ہے جو شخص اپنے اوپر بخل کا دروازہ کھولتا ہے یعنی بخل اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ اس پر بند کر لیتا ہے ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں

جمع ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح بخل اور ایمان بھی کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔یعنی راہ خدا کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخل نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کے رہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ بدترین بخیل وہ شخص ہے جو باوجود مقدرت کے قربانی نہ کرے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ قربانی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک جاندار کا خون ہو بلکہ غرض اس کی یہ ہے کہ بخل کی نجاست تیرے دل سے دور رہو اور جانوروں سے شفقت کرنا تیری طبیعت کا مقتضی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے ان پر شفقت کرنا ہے۔جب جانور کے ذبح کرنے کا اللہ نے حکم دیا تو ایسا مت کہہ کہ اس بیچارے نے کیا کیا ہے میں اسے کیوں ذبح کروں۔اپنا اختیار چھوڑ، خدا کے حکم کے تابع ہو۔

حضورﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص میرے پاس آئے اور مجھے تنگ کرے اور پریشان کر کے مجھ سے کچھ لے تو وہ رقم آگ ہے۔حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور! جب وہ آگ ہے تو آپ دیتے ہی کیوں ہیں؟حضورﷺ نے فرمایا کہ لوگ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں اور حق باری تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ میں بخل کروں اور میں ان کو نہ دوں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ دو شخص سرور کائناتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک اونٹ کی رقم حضورﷺ سے مانگی (تاکہ اس سے اونٹ خریدے)حضورﷺ نے اتنی رقم ان کو دلوا دی۔جب وہ روپیہ لے کر وہاں سے نکلے تو حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور اظہار تشکر کیا۔حضرت عمرؓ نے حضورﷺ سے ان کا شکریہ کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا فلاں شخص نے تو اس سے زیادہ رقم لی تھی، لیکن اس نے شکریہ ادا نہیں کیا۔(بحوالہ کیمیائے سعادت)

روایت ہے کہ ایک روز حضورﷺ طواف کر رہے تھے آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کعبہ شریف کے حلقے پکڑ کر کہہ رہا ہے یا الٰہی اس گھر کی برکت میں سے میرے گناہ بخش دے حضورﷺ نے اسے دریافت کیا تیرا گناہ بڑا ہے؟ اس نے کہا میرا گناہ اتنا عظیم ہے کہ

بیان نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا حق تعالیٰ؟ اس نے کہا حق تعالیٰ سب سے بڑا ہے تب حضور ﷺ نے فرمایا بیان کر تیرا ایسا کون سا گناہ ہے؟ اس نے کہا میں بڑا مال دار ہوں لیکن جب کوئی درویش دور سے مجھے نظر آتا ہے کہ میری طرف آرہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آگ آرہی ہے جو مجھے جلا دے گی (یعنی میں بخیل ہوں) تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ جا میرے قریب سے دور ہو کہیں تیری آگ مجھے نہ جلا دے۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے ہدایت کے لئے بھیجا ہے کہ اگر تو رکن مقام (رکن ایمانی اور مقام ابراہیم) کے درمیان ہزار برس بھی نماز پڑھے گا اور اس قدر روئے گا کہ تیرے آنسوؤں سے ندیاں بہہ جائیں اور ان سے درخت اُگ آئیں اور تو بخل ہی کی حالت میں مر جائے تو تیرا مقام دوزخ ہوگا۔ بخل کفر کی علامت ہے اور کفر کا ٹھکانہ جہنم۔

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ بخیل کی تقصیر معاف کر دی جائے گی اور ظالم کی تقصیر معاف نہ ہوگی۔ حق تعالیٰ اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ کسی بخیل کو بہشت میں نہیں جانے دوں گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس کو دیکھا اور اس سے پوچھا تیرا سب سے بڑا دشمن کون ہے اور زیادہ دوست کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ زاہد بخیل میرا سب سے بڑا دوست ہے کیونکہ وہ محنت برداشت کرتا ہے اور بندگی بجا لاتا ہے لیکن اس کا بخل اس کی عبادت کو برباد اور ناچیز بنا دیتا ہے اور فاسق سخی میرا سب سے بڑا دشمن ہے کیونکہ وہ اچھا کھاتا ہے اور اچھا پہنتا ہے اور اچھی طرح زندگی بسر کرتا ہے، مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کے باعث اس پر رحم فرمائے اور اس کو توبہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔

کسی کا قول ہے کہ جو شخص بخیل ہے گویا وہ آپ اپنے وارثوں کو دشمن بناتا ہے پس جاننا چاہیے کہ بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے اور برائی کا بدلہ برائی ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

بخیل وہ ہے جو حکم شرع کے خلاف کرے مثلاً زکوٰۃ نہ دے قربانی نہ کرے اور صدقہ نہ کرے۔ اپنی بیوی اور اولاد ماں باپ کے نان نفقہ میں بخل کرے، ولیمہ، عقیقہ، ختنہ کا کھانا نہ کھلائے، نوکروں کو بھوکا رکھے وہ شخص بالاتفاق بخیل ہے اور بخیلوں کا سا عذاب پائے گا۔ اور دوزخ میں جائے گا۔ اور جو شخص مہمان کو کھانا نہ کھلائے سائل کو لقمہ نہ دے اس کا سوال پورا نہ کرے، کتے، بلی کو ٹکڑا نہ ڈالے وہ بھی بخیل ہے، اور جو ہمسایہ کو بھوکا دیکھے اور اس کو کھانا نہ کھلائے وہ بھی بخیل ہے اور جو کوئی جمعہ یا عیدین کو باوجود مقدرت کے نئے یا صاف کپڑے نہ پہنے یا اہل و عیال پر نفقہ میں بخل کرے اور فقیر کو پرانا پہنائے یعنی اللہ کی راہ میں پرانا کپڑا دے وہ بھی بخیل ہے۔

حقیقت میں بخیل وہ ہے جو شے دینے کے لائق ہو اس کو نہ دے (بروقت طلب) حق تعالیٰ نے مال کو ایک حکمت کی خاطر پیدا کیا ہے۔ جب حکمت الٰہی کا منشاء ہے کہ دیا جائے تو نہ دینا بخل کی نشانی ہے اور دینے کے لائق وہ چیز ہے جس کو دینے کا شرع یا مروت حکم دے شرعی واجبات تو معلوم (اور معین) ہیں لیکن مروت کے واجبات اور مروت کے تقاضے لوگوں کے احوال اور مقدار اور بخل کے لحاظ سے مختلف ہیں کہ بہت سی نیکیاں ایسی ہیں کہ وہ عادتاً تو انگر کے ساتھ بری ہیں لیکن وہی نیکیاں اگر نادار اور درویش کے ساتھ پسندیدہ ہیں زن و فرزند کے ساتھ نہ مناسب ہیں اور دوسروں کے ساتھ پسندیدہ ہیں۔ دوستوں کے ساتھ ناروا ہیں، بیگانوں اور غیروں کیساتھ مناسب ہیں۔ بعض نیکیاں مردوں کے ساتھ نادرست اور ناروا ہیں اور وہی عورتوں کے ساتھ مناسب ہیں۔

اور تشریح اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص مال جمع کرنا چاہتا ہے اور ایک ایسی ضرورت پیش آجائے کہ وہ مال جمع کرنے سے زیادہ اہم ہو تو اس صورت میں مال خرچ نہ کرنا بخل ہے اور جب مال جمع کرنا یا اس کا روکنا ضروری ہو تو اس وقت اس کا صرف کرنا اسراف (فضول خرچی) ہے اور یہ دونوں صورتیں بری ہیں (یعنی بخل اور اسراف) یا کوئی مہمان آگیا اور اس کیساتھ مروت سے پیش آنا مال کو صرف نہ کرنے سے اولیٰ ہے اور یہ عذر کرنا کہ زکوٰۃ کا مال ادا کر دیا، مہمان کی میزبانی نہ کرنا، نامناسب اور بخل کی علامت قرار پائے گا۔ اسی طرح جب پڑوسی بھوکا ہے اور اس

شخص کے پاس کھانا وافر مقدار میں موجود ہے تو پڑوسی کو کھانا نہ کھلانا بخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے تین اشخاص ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا، ان کو اللہ نے آزمانے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا وہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے معلوم کیا کہ تجھے کونسی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے! کہنے لگا کہ اچھا رنگ اور صحت مند جلد اور چاہتا ہوں کہ یہ مرض مجھ سے دور ہو جائے اور لوگوں کی نفرت بھری نظروں سے محفوظ ہو جاؤں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ سن کر فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کا رنگ صاف ہو گیا اور جلد بھی ٹھیک ہو گئی اور وہ شخص تندرست ہو گیا۔ پھر فرشتے نے اس سے معلوم کیا تمہیں کونسا مال پسند ہے تو اس نے کہا گائے کا یا اونٹ (یہاں راوی کو شک ہے) مگر کوڑھی اور گنجے میں سے ایک اونٹ اور دوسرے نے گائے پسند کی تھی لہٰذا فرشتہ نے اس کو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دے کر کہا اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائیں۔ اس کے بعد گنجے کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ میرا گنج دور ہو جائے اور سر پر اچھے بال اگ آئیں لہٰذا فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج جاتا رہا۔ اور سر پر عمدہ بال اُگ آئے پھر اس سے معلوم کیا کہ تجھے کیا چیز محبوب ہے؟ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھ کو عطا کر دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بصارت واپس آ گئی۔ فرشتے نے اس سے کہا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے؟ تو اس نے کہا بکری، لہٰذا اس کو گابھن بکری دے کر کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ پہلے والے دونوں کے یہاں اونٹنی اور گائے نے بچے دیئے اور اس کی بکری نے بھی بچے دیئے اس طرح ان سب کا مال بڑھتا رہا اس کا اونٹوں سے جنگل بھر گیا تو اسکی گایوں سے اندھے کی بکریوں سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتے نے آ کر پہلے تو کوڑھی سے اس کی ہیئت میں آ کر کہا کہ میں مسکین اور معذور ہوں۔ سفر میں میرا سارا اسباب ختم ہو گیا اب اللہ کے کرم اور آپ کی عنایت کا طلبگار ہوں۔ میں اس خدا کے نام پر تم سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں اچھی جلد اور رنگ عطا کیا اور اونٹ دیئے۔ مجھے ایک اونٹ دے دو تا کہ میں منزل مقصود پر پہنچ جاؤں تو

اس نے جواب دیا کہ ذمہ داریاں بہت ہیں تب فرشتے نے کہا کہ میں نے تجھ کو پہچان لیا تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کرم فرمایا ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ اس مال کا میں باپ دادا سے وارث ہوں۔ یہ سن کر فرشتے نے کہا اگر غلط کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ویسا ہی کر دے اس کے بعد فرشتہ گنجا بن کر اس گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی ویسی ہی گفتگو کی تو اس نے بھی اسی طرح واپس لوٹا دیا جس طرح کوڑھی نے لوٹایا تھا۔ اس سے بھی فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ایسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔ اس کے بعد وہ اندھے کے پاس نابینا بن کر آیا اور اس نے کہا کہ میں غریب مسافر ہوں میرا سامان ختم ہو گیا۔ اب منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے اب اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے آپ کی آنکھوں میں روشنی لوٹائی اور بکریاں عطا کی ہیں۔ میری مدد کریں تاکہ میں منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔ تو اس سابقہ اندھے نے کہا بے شک میں اندھا تھا اللہ نے مجھے بصارت عطا کی اب تم جو چاہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو، خدا کی قسم! اللہ کے لئے جو کچھ بھی تم مانگو گے میں تم کو تکلیف میں نہ ڈالوں گا۔ تب فرشتے نے کہا تمہارا مال تمہیں مبارک ہو۔ میں تمہارا امتحان لینے آیا تھا تم سے اللہ راضی ہوا اور تمہارے ساتھیوں سے ناراض ہوا ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضورﷺ اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ کے ساتھ پناہ مانگتے تھے، اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بڑھاپے سے اور پناہ مانگتا ہوں سستی سے اور پناہ مانگتا ہوں بخل سے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ کے پاس آ کر کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا کہ قرآن میں تو ہے۔ ''جو نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا اس نے فلاح پالی۔''

اور میں تو مال کو بڑا روکنے والا ہوں۔ خرچ کرتے ہوئے دل دکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کنجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخیل سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے۔ ہاں! بخیلی بمعنی کنجوسی بھی ہے اور بہت بری چیز ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بخل جیسے مرض سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

(بحوالہ ابن ابی حاتم)

کیا ہمارے پاس اس سوال کا جواب ہے؟

(مرسلہ: حافظ محمد یٰسین)

ابوقدامہ شام کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنے وقت کے عظیم مجاہد اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ دل میں جذبہ جہاد بیدار رہتا مردِ میدان تھے، بے شمار لڑائیوں میں حصہ لیا اور ہمیشہ غازی بن کر واپس آئے۔ ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کہا: ''ابوقدامہ! آپ نہ جانے کتنے معرکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ یقیناً اس جہاد میں بعض ایسے واقعات بھی پیش آئے ہوں گے جن سے آپ بہت زیادہ متاثر ہوئے ہوں گے۔ ہمیں کوئی ایسا واقعہ سنائیں جس سے ہمارے ایمان تازہ ہوں اور شوقِ جہاد ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے۔'' ابوقدامہ کہنے لگے: تو سنو، میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے میں بہت زیادہ متعجب اور متاثر ہوا:

صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں۔ جب بھی عیسائیوں سے مقابلہ ہوتا، ہمارے نوجوان اسلام کی عظمتِ رفتہ کو واپس لانے کے لئے سر پر کفن باندھ کر دشمن کے مقابلے میں فولاد بن جاتے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ اسلامی سرحد پر دشمن کی فوج جمع ہو رہی ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ''**رقہ**'' کا رخ کیا۔ ''رقہ'' شام میں دریائے فرات کے کنارے ایک بڑا قصبہ ہے میں نے وہاں سے اونٹ خریدا اور اس پر سامانِ حرب رکھا۔ شام کے وقت قصبے کی مساجد میں گیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ کئی نوجوان ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ مجاہدوں کے لئے لوگوں نے ساز و سامان کا ڈھیر لگا دیا۔

رات ہوئی تو میں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا اور وہاں ٹھہر گیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی رات گئے مجھ سے کون ملنے کے لیے آ سکتا ہے

میں اس شہر میں بالکل اجنبی اور نووارد ہوں ۔آخر یہ کون ہوسکتا ہے؟اسی سوچ بچار میں تھا کہ دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی ۔جب میں نے دروازہ کھولا تو گلی میں ایک باپردہ باحیاء خاتون نظر آئی ۔جب رات گئے ایک خاتون کو دیکھا تو ڈر گیا کہ الٰہی ! یہ کیاماجرا ہے؟میں نے کہا: اللہ کی بندی تو یہاں کیا لینے آئی ہے؟ کہنے لگی: آج تم ہی نے مساجد میں مجاہدین کے لیے سازوسامان اکٹھا کیا ہے؟میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ ایک چھوٹی سی پوٹلی میرے حوالے کر کے روتی ہوئی چل دی۔مجھے اس کے رونے پر بڑا تعجب ہوا۔پوٹلی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے قندیل روشن کی اور پوٹلی کو کھولا تو اس میں ایک خط اور بالوں سے بنی ہوئی رسی تھی۔ میں نے اس خط کو پڑھا۔خط کا مضمون کچھ یوں تھا:

> ’’ابوقدامہ! آج تم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اوراس میں مالی طور پر شرکت کی دعوت دی۔میں ایک عورت ہوں،خاتون خانہ ہوں۔میں جہاد نہیں کرسکتی، نہ میرے پاس مال و دولت ہے کہ میں مجاہدین کے لیے مال پیش کرسکوں۔چنانچہ میرے پاس جو نہایت خوبصورت اور اہم چیز تھی وہ میں تمہارے پاس لے کر آئی ہوں ۔یہ میرے بالوں کی لٹ ہے۔ میں نے اس سے یہ رسی بنائی ہے۔تم اس رسی سے کسی مجاہد کے گھوڑے کو باندھ لینا۔ہوسکتا ہے کہ جب میرا ربّ مجاہد کے گھوڑے کو میرے بالوں سے بنی ہوئی رسی سے بندھا دیکھے تو اس کو میرا یہ عمل پسند آ جائے اور وہ مجھ سے راضی ہوجائے اور مجھے معاف کر کے جنت دے دے۔‘‘

ابوقدامہ کہنے لگے: مجھے اس خاتون پر بڑا تعجب ہوا،راہِ جہاد میں اس کی شرکت ،اپنی مغفرت کی فکر اور جنت کا شوق،سبحان اللہ !ہرچند کہ یہ کام شریعت میں جائز نہیں کہ کوئی عورت اپنے بالوں کو کاٹے اور ان کی رسی بنائے ،لیکن جہاد کی محبت اور جنت کا شوق اس پر غالب آ گیا

اور وہ یہ کام کر گزری۔ میں اس رسی کو اپنے سامان میں رکھ کر سو گیا۔

اگلے دن صبح سویرے حسب پروگرام مجاہدین کا قافلہ سرحد کی طرف میدان جنگ میں شرکت کے لیے روانہ ہوا۔ جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک گھڑ سوار تیزی سے ہماری طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ آواز لگا رہا تھا: ابوقدامہ! ذرا رک جاؤ، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم چلو! میں اس آدمی کی بات سن کر آتا ہوں۔ میں رُک گیا اور سوار کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد گھڑ سوار میرے پاس آ کر رکا۔ چہرہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا، آتے ہی بولا: اللہ کا شکر ہے کہ میری آپ سے ملاقات ہوگئی ہے اور میں نے گھر والوں سے کیے وعدے کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے کہا: کونسا وعدہ! اور مجھ سے ملنے کی غرض و غایت کیا ہے؟ کہنے لگا: میں جہاد میں شرکت کے لیے آیا ہوں۔ تاخیر ہوگئی۔ میں نے کہا: اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ۔ اگر تمہاری عمر جنگ و قتال کے قابل ہوئی تو تمہیں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا ورنہ میں تمہیں واپس کر دوں گا۔ جب اس نے چہرے سے پردہ ہٹایا تو میرے سامنے ۱۶، ۱۷ سال کا نہایت خوبصورت نوجوان کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا: تمہارا والد زندہ ہے؟ کہنے لگا: نہیں! اس کو صلیبیوں نے شہید کر دیا ہے۔ میں اللہ کے ان دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا: تمہاری والدہ زندہ ہے؟ کہنے لگا: ہاں وہ زندہ ہے۔ میں نے کہا: پھر اس کی خدمت کرو اور اس کے پاس واپس چلے جاؤ، اس کے قدموں میں جنت ہے۔ اس نے میری اس بات پر بڑا تعجب کیا اور کہنے لگا: آپ میری والدہ کو نہیں جانتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: اتنی جلدی بھول گئے، میری والدہ وہی پوٹلی والی خاتون ہے جو رات کو آپ کی خدمت میں آئی تھی۔ مجھے رات کا واقعہ یاد آ گیا۔ میں نے کہا: اچھا تو وہ تمہاری والدہ تھیں۔ کہنے لگا: ''ہاں وہ میری والدہ تھی اور اسی نے مجھے کافروں سے جہاد کے لیے روانہ کیا ہے اور مجھے قسم دی ہے کہ میں جہاد میں شرکت کیے بغیر گھر واپس نہ آؤں۔''

''ابوقدامہ! جب میں یہاں آ رہا تھا تو میری والدہ نے کچھ نصیحتیں کیں۔ کہنے لگی:

میرے بیٹے!میری بات غور سے سنو! جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہوتو دیکھنا کہیں تمہارے قدم پھسل نہ جائیں ۔دشمن کے مقابلے میں بھاگ نہ جانا ،اور ہاں جنگ کے وقت ربّ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے،اپنے ربّ سے اس کے جوارِرحمت میں جگہ اور مقام طلب کرنا ۔جنت میں اپنے والد اور اپنے ماموں کی ہمسائیگی مانگنا۔اور پھر میرے پیارے بیٹے! اگر تم کو شہادت مل جائے تو ربّ سے میری مغفرت کی شفاعت کرنا ۔''

''پھر میری والدہ نے مجھے اپنے سینے سے لگالیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگی: اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے،میرا لختِ جگر ہے،میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔میں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں اے اللہ!اسے اپنے والد اور ماموں کے پاس جگہ دینا''

ابوقدامہ نے بتایا:مجھے اس نوجوان کی گفتگوسن کر بڑا تعجب ہوا۔اس نوجوان نے جلدی سے کہا: ''ابوقدامہ! آپ کو اللہ کی قسم! مجھے جہاد میں شرکت سے محروم نہ کریں ۔میں ربّ کی راہ میں شہادت حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔انشاءاللہ! میں شہید ہوں گا،ایک شہید کا بیٹا،ایک شہید کا بھانجا۔میری چھوٹی عمر پر نہ جائیں ۔میں حافظِ قرآن ہوں، تیر اندازی اور شمشیر زنی کا ماہر ہوں، گھڑ سواری میرے لئے کھیل او رتماشا ہے۔مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔''چنانچہ میرے پاس اس نوجوان کو ہمراہ لے جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

ابوقدامہ نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا:دورانِ سفر واقعی اس نوجوان نے جیسا کہا تھا میں نے ویسا ہی اس کو پایا۔وہ ہم سب سے آگے آگے اور مجاہدین کی خدمت میں پیش پیش رہتا شام ہونے کو تھی۔ہم سارے دن کے سفر سے خاصے تھکے ہوئے تھے۔ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور کھانے پکانے کا سامان کرنے لگے۔اسی دوران میں وہ لڑکا میرے پاس آیا اور مجھے قسم دے کر کہنے لگا:''چچا جان! آپ کو اللہ کی قسم! مجھے مجاہدین کا کھانا تیار کرنے کی سعادت حاصل کرنے دیں میں ان کا نوکر اور خادم ہوں ۔میں ان کا کھانا پکاؤں گا ۔''میں نے ہر چند انکار کیا: مگر اس کا اصرار غالب آ گیا ۔ میں نے اس سے کہا: اچھا پڑاؤ سے ذرا دور آگ جلاؤ تا کہ اس کے

دھویں سے ساتھی پریشان نہ ہوں۔ چنانچہ ہم سے ذرا دور آگ جلا کر کھانا پکانے لگ گیا۔ خاصی دیر گزر گئی تو میرے ساتھیوں نے کہا: ابوقدامہ اپنے ساتھی کی خبر لو، وقت خاصا گزر چکا ہے اور وہ کھانا لے کر نہیں آیا۔ میں نے کہا: میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کھانا کس مرحلے میں ہے۔ جب اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ چولہے پر برتن رکھا ہے، آگ جل رہی ہے اور ذرا دور وہ نوجوان ایک پتھر پر سر رکھ کر سو رہا ہے۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور ہمدردی کے جذبات اُمڈ آئے۔ میں نے اس کو گہری نیند سے اُٹھانا مناسب نہ جانا اور خود کھانا پکانے لگ گیا۔ اس دوران میں کبھی کبھار اس کے پرسکون چہرے کو دیکھتا رہا۔ سارے دن کے سفر کی تھکاوٹ سے وہ دنیا جہان سے بے پروا ہو کر سو رہا تھا۔ اچانک اس کے چہرے پر مسکراہٹ طاری ہوگئی۔ میں نے غور سے اس کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی، پھر اس نے اچانک ہنسنا شروع کر دیا اور پھر زوردار ہنسی کے دوران میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی وہ بڑا شرمندہ اور کھسیانا سا ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کہا: ''مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کے کھانے میں تاخیر کر دی۔ دراصل تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں غالبًا گہری نیند سو گیا تھا، میں خواب دیکھ رہا تھا۔'' میں نے محبت سے اس کو دیکھا اور کہا: کوئی بات نہیں، تم میرے بیٹے ہو، آؤ مل کر کھانا پکاتے ہیں۔ اس نے کہا: نہیں میں آپ کا خادم ہوں، کھانا میں تیار کرتا ہوں۔ اب کی بار میں نے اس کو قسم دی کہ جب تک تم اپنا خواب اور خواب میں مسکرانے اور پھر ہنسنے کا قصہ نہیں سنا لیتے، میں تمہیں کھانے کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گا۔

کہنے لگا ''چچا جان! اس خواب کو میرے اور میرے ربّ کے درمیان ہی رہنے دیں''۔ میں نے پھر اس کو قسم دی کہ سناؤ تم نے خواب میں کیا دیکھا ہے۔ کہنے لگا: ''چچا جان! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ اس کی خوبصورتی اور حسن کے کیا کہنے! میں اس کی خوبصورتی اور حسن میں محو آگے بڑھتا گیا۔ راستے میں مجھے نہایت خوبصورت محل نظر آیا۔ سونے اور چاندی کا بنا ہوا محل اپنی نظیر آپ تھا۔ اس کے دروازے سونے کے تھے، اس پر موتی

جواہرات لگے ہوئے تھے۔اس میں نہایت خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوی تھیں۔ان میں سے ایک نے اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کومخاطب کیااور میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگی: یہ مرضیہ کا خاوند ہے، یہ مرضیہ کا خاوند ہے۔میں نہیں جانتا تھا کہ مرضیہ کون ہے، چنانچہ میں نے اس سے پوچھا: کیاتم مرضیہ ہو؟ کہنے لگی :نہیں، میں تو اس کی نوکرانیوں میں سے ایک ہوں ۔تم اگر مرضیہ کو دیکھنا اور ملنا چاہتے ہوتو اس محل میں داخل ہو جاؤ،تمہیں وہ مل جائے گی ۔میں اس محل میں داخل ہوا۔اس کے کمرے ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے۔اُوپر والی منزل میں ایک نہایت خوبصورت کمرہ جس میں مسہری بچی ہوئی اوراس پر نہایت خوبصورت روشن چہرے والی خوبرو لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب ہواتو کہنے لگی: اے اللہ کے ولی اوراس سے محبت کرنے والے! مجھے اللہ نے تمہارے لئے اور تمہیں میرے لئے پیدا کیا ہے،میری اور تمہاری ملاقات ضرور ہوگی ۔مگر اس ملاقات میں ابھی تھوڑا ساوقت باقی ہے ۔میری تمہارے ساتھ ملاقات کل ظہر کے بعد ہوگی۔میں نے اس کی گفتگو سنی تو چہرے پر مسکراہٹ طاری ہوگئی ، پھر میں شوق ملاقات میں ہنسنے لگا۔“ ابوقدامہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا: تم نے نہایت اچھا خواب دیکھا ہے۔

ابوقدامہ نے آگے بیان کیا: ہم نے رات کا کھانا کھایا اوراگلے دن کے سفر کی تیاری کر کے آرام کرنے کے لیے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے ۔فجر کی نماز کے بعد ہم نے چھاؤنی کی طرف کوچ کیااور وہاں باقی اسلامی فوج کے ساتھ شامل ہوگئے ۔دن ذرا روشن ہوا تو ہم دشمن کے ساتھ مقابلے کے لیے کمر بستہ ہوگئے ۔صفوں کوسیدھا کیا گیااور کمانڈر نے میمنہ اور میسرہ پر نگران مقرر کیے سورۃ الانفال کی آیات تلاوت کی گئیں اور جہاد کے اجر وثواب کو بیان کیا گیا۔مجاہدین میں جوش وخروش پیدا ہو گیااور وہ شہادت کے رتبے کو حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوگئے ۔ساتھیوں نے اپنے دائیں بائیں اپنے رشتہ داروں،عزیزوں اور بہادروں کو جمع کیا کہ وقت آنے پر ایک دوسرے کی مدد کرسکیں ۔مگر اس نوجوان کا یہاں کوئی واقف کار تھا نہ باپ نہ رشتہ دار، جو اس کے بارے میں سوچتا،اس کو اپنے قریب بلاتا۔میں اسی سوچ اور فکر میں تھا کہ اس کو اپنے ساتھ

رکھوں۔اچانک میری نظر اس پر پڑی،وہ بالکل اگلی صفوں میں نظر آ رہا تھا۔میں صفوں کو چیرتا ہوا اس کے پاس جا پہنچا اور کہا:اے میرے بیٹے!کیا اس سے پہلے بھی کسی معرکے میں شرکت کر چکے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں،یہ میری پہلی جنگ،پہلا جہاد اور کافروں سے پہلا مقابلہ ہے۔میں پہلی مرتبہ میدان جنگ کو دیکھ رہا ہوں۔میں نے کہا:بیٹے!جنگ کوئی کھیل نہیں،بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں۔تم ایسا کرو کہ میدان جنگ کے پچھلے حصہ میں چلے جاؤ۔اگر اللہ نے ہم کو فتح عطا کی تو تم بھی اس میں حصہ دار رہو گے اور اگر خدانخواستہ معاملہ اس کے برعکس ہوتو کم از کم تمہاری جان تو بچ جائے گی۔اس نے میری طرف عجیب نظروں سے دیکھا اور کہا:آپ ایسی بات کہہ رہے ہیں!!میں نے کہا:ہاں میں ایسی بات کہہ رہا ہوں۔کہنے لگا:چچاجان!کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں جہنمی بن جاؤں؟میں نے کہا:اعوذ باللہ،بیٹے!میں ایسا کیوں چاہنے لگا،جہاد میں ہم جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے تو آئے ہیں۔ہم تو اللہ تعالیٰ سے جنت کے طالب ہیں۔ تب وہ مجھ سے کہنے لگا:چچاجان!اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔

"اے ایمان والو!جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان کے سامنے پیٹھ مت پھیرنا،اور جو شخص ان کے سامنے اس موقع پر پیٹھ پھیرے گا،مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو،وہ مستثنیٰ ہے۔باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا،اور وہ بہت بری جگہ ہے۔" (الانفال:۱۵،۱۶)

کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں سے بن جاؤں اور پھر جہنم میرا ٹھکانہ ہو؟ابوقدامہ کہنے لگے،میں اس کی سوچ اور فکر پر بڑا حیران ہوا۔اس آیت کا مفہوم اور جہاد سے اس کی اس درجہ محبت!میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔اسی دوران میں لڑائی شروع ہوگئی گھمسان کا رن پڑا۔تلواریں چلنے لگیں۔ہمارے درمیان گھوڑے حائل ہو گئے۔دونوں طرف

سے بہادروں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر۔ زرہیں اور خود کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ لوگ زخمی ہوکر نیچے گر رہے تھے۔ پھر میدان میں گرد و غبار چھا گیا۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہوگیا۔ مومنین کی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے مدد فرمائی اور انہیں غلبہ عطا ہوا۔ دشمن بھاگنے پر مجبور ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے صلیبیوں کو شکست دی۔ جب میدان خالی ہوا تو ہم نے ظہر کی نماز ادا کی۔ اور پھر ہر کوئی اپنے عزیز و اقارب کو تلاش کرنے اور اس کا حال دیکھنے اور پوچھنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ مگر وہ نوجوان جس کا نہ کوئی قریبی رشتہ دار تھا اور نہ کوئی اس کو پوچھنے والا تھا، میرے دل میں اسی کا خیال تھا کہ وہ کہاں ہے۔ کہیں زخمی تو نہیں، کہیں دشمن بھاگتے ہوئے اسے قیدی بنا کر نہ لے گیا ہو؟ دل میں طرح طرح کے خیالات اور وسوسے آتے رہے اور میں اس کو تلاش کرنے کے لیے چل پڑا۔ میں مقتولین اور زخمیوں میں اسے تلاش کرتے کرتے آگے بڑھ گیا کہ دفعتاً ایک طرف سے آواز سنائی دی: لوگو! میرے چچا ابوقدامہ کو تلاش کرو۔ میں نے آواز کی جانب کان لگائے اور اس طرف چل دیا، سامنے اس نوجوان کو شدید زخمی حالت میں دیکھا۔ اس کا جسم زخموں سے چور تھا۔ سینے کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں، وہ یتیم صحراء میں جان کنی کے عالم میں تھا۔ میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ میرے بیٹے! میری طرف دیکھو۔ میں ہوں تمہارا چچا ابوقدامہ، یہ میں ہوں ابوقدامہ۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور گویا ہوا: ''اللہ تیرا شکر ہے، ابوقدامہ میرے پاس آ گئے ہیں۔ چچا! میری وصیت کو پلے باندھ لیں، اسے غور سے سنیں۔'' میں نے اس کو اپنی گود میں لٹا لیا۔ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ اتنا خوبصورت چہرہ! میں نے اپنی عباء سے اس کے چہرے کو صاف کیا۔ دل میں اس کی ماں کا تصور آیا۔ جب اس کو بیٹے کی اطلاع ملے گی تو اس کا کیا حال ہوگا۔ گزشتہ برس اس کا خاوند شہید ہوا، پھر اس کا بھائی اور اب بیٹا۔ اللہ اکبر! اس کے دل پر کیا گزرے گی! نوجوان نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا: ''چچا! اپنی چادر سے میرے جسم کو صاف نہ کریں بلکہ میری چادر سے اس لہو کو صاف کریں۔ چچا جان! میں آپ کو اللہ کا واسطہ

دے کر کہتا ہوں کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے اس میدان میں دفن کر دیں اور رقہ میں میری والدہ کے پاس ضرور جائیں۔اس کو خوشخبری سنائیں کہ اس کے ربّ نے اس کے تحفے کو قبول کر لیا ہے،اس کا بیٹا ربّ کی بارگاہ میں شہید ہو کر پہنچا ہے،اس نے زخم اپنے سینے پر کھائے ہیں،دشمن کے مقابلے میں پیٹھ نہیں پھیری۔میری والدہ سے کہیں کہ کل انشاءاللہ میں جنت میں اپنے والد اور ماموں سے ملاقات کروں گا تو ان کو تمہارا سلام پیش کروں گا۔ چچا جان!میری والدہ میری موت پر یقین نہیں کرے گی۔ایسا کریں کہ میرے خون آلود کپڑے اپنے ہمراہ لے جائیں۔اس کو دکھائیں اور اس سے کہیں کہ اب تمہاری اپنے بیٹے سے ملاقات انشاءاللہ جنت میں ہوگی۔

''چچا جان!میرے گھر میں میری ۹ سالہ چھوٹی بہن ہے جو مجھ سے نہایت محبت اور پیار کرتی تھی۔جب بھی گھر جاتا خوشی سے چہک اُٹھتی۔جب گھر سے روانہ ہوتا تو غمگین ہو جاتی۔گزشتہ برس والد صاحب کی شہادت سے بڑی غمگین اور پریشان رہی۔جب میں جہاد کے لیے آ رہا تھا اور اس کو میری روانگی کا پتہ چلا تو میرا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی۔اور کہنے لگی:بھیا!ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟رُک جاؤ،بھیا!جلدی واپس آنا اور زیادہ دیر نہ کرنا،میں اُداس ہو جاؤں گی۔چچا جان!میری بہن کو دلاسہ دینا،اس کے سر پر ہاتھ رکھنا اور اس کو حوصلہ دینا''۔

اس کی آواز بتدریج آہستہ ہوتی گئی۔وہ مجھ سے گھر کی،اپنے والدین کی اور جہاد کی باتیں کرتا رہا۔پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔اس کی باتیں اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔دراصل اس کا آخری وقت آ چکا تھا۔اچانک اس نے زور سے کہا:''چچا جان،اللہ کی قسم!میرے ربّ نے اس خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔ربّ کعبہ کی قسم!جو خواب میں نے دیکھا تھا وہ سچ تھا اللہ کی قسم!اب میں مرضیہ کو دیکھ رہا ہوں۔اس کی خوشبو آ رہی ہے''۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے میرے ہاتھوں میں جان دے دی۔۔۔

ابو قدامہ کہہ رہے تھے:میں نے اس کے خون آلود کپڑوں کی گٹھڑی بنائی،شہدا کو دفن کیا اور اس کا پیغام اس کی والدہ کو پہنچانے کیلئے رقہ آ گیا۔رقہ میں نہ تو اس کی والدہ کے نام کا پتہ تھا نہ

اس نوجوان کا نام پوچھ سکا۔

میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ اس کے گھر کے بارے میں کہاں سے پتہ پاؤں۔گلیوں میں چلتے چلتے ایک مکان کے باہر میں نے ایک پریشان صورت بچی کو دیکھا جو مختلف راہ گیروں سے پوچھ رہی تھی کہ تم کہاں سے آئے ہو۔اگر کوئی کہتا کہ میں میدان جہاد سے آیا ہوں تو وہ اپنے بھائی کے بارے میں سوال کرتی کہ میرا بھائی کہاں ہے۔تم نے اس کو نہیں دیکھا؟ سارے لوگ آ رہے ہیں؟ وہ کیوں نہیں آ رہا؟ کہاں چلا گیا؟ لوگ ''ہمیں معلوم نہیں،، کہہ کر آگے بڑھ جاتے۔ پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی تو پوچھنے لگی: چچا! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے کہا: جہاد سے۔ وہ بولی: پھر تو آپ کو میرے بھیا کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا۔میں نے اس سے پوچھا تمہاری والدہ کہاں ہے؟ کہنے لگی گھر میں ہے۔میں نے کہا کہ اس کو باہر بلاؤ تھوڑی دیر میں اس کی والدہ چادر میں لپٹی ہوئی باہر نکلی۔جب اس نے میری آواز سنی تو اس نے پوچھا: تم ابوقدامہ ہو؟ میں نے کہا: ہاں میں ابوقدامہ ہوں۔کہنے لگی: تو پھر بتاؤ کہ تم میرے لئے خوشخبری لے کر آئے ہو یا کوئی بری خبر۔میں نے کہا: اماں جان تمہارے نزدیک خوشخبری کے معنی کیا ہیں؟ کہنے لگی: اگر تم مجھے یہ خبر دو گے کہ میرا بیٹا اسلام کے دشمنوں سے،صلیبیوں سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا ہے تو یہ میرے لئے خوشخبری ہے کہ میں شہید کی ماں بن گئی ہوں۔اور اگر مجھے بتاؤ گے کہ میرا بیٹا بچ کر، غازی بن کر، مالِ غنیمت لے کر لوٹا ہے تو یہ میرے لئے اچھی خبر نہیں کہ میرے ربّ نے میرے ہدیے کو، میرے تحفے کو قبول نہیں کیا۔

میں نے دل پر قابو رکھ کر کہا: اماں جان! میں تمہارے پاس شہادت کی بشارت لے کر آیا ہوں۔تمہارا بیٹا رب کی راہ میں شہید ہوگیا ہے۔اس نے زخم سینے پر کھائے ہیں۔دشمن کے مقابلے میں اس نے نہ تو منہ پھیرا ہے،نہ ہی بھاگا ہے۔

ماں کہنے لگی: ابوقدامہ! مجھے تمہاری بات پر پورا یقین نہیں آ رہا ہے۔تمہارے پاس اس کا ثبوت کیا ہے؟

میں نے وہ خون آلود کپڑوں کی گٹھڑی کھولی اور اس میں سے اس نوجوان کے کپڑے نکالے۔ یہ دیکھو اماں، اس کا پھٹا ہوا کرتا، کیا وہ یہی پہن کر گھر سے نہیں نکلا تھا؟ یہ دیکھو اس کی چادر، اِسی سے تم نے اپنے ہاتھوں اس کے سر پر عمامہ باندھا تھا۔ میں اس کو روتے ہوئے کپڑے دکھاتا گیا۔ اس کی بہن خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی والدہ نے اللہ اکبر کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس کی بہن کو جب اپنے بھائی کی شہادت کا پتہ چل گیا، یقین ہو گیا تو اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اس کی ماں دوڑتی ہوئی اندر گئی اور پانی کا پیالہ لے کر آئی۔ میں بچی کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا اور اس کو ہوش میں لانے کی ترکیب کرنے لگا۔ اس کی ماں نے بچی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور گھر میں چلی گئی۔ اندر سے دروازے کو بند کر لیا۔ میں دروازے سے منہ لگائے کھڑا اس کی آہ وزاری سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی:

اے میرے ربّ! اے میرے مالک، اے میرے خالق! میں نے اپنا خاوند، اپنا بھیا، اپنا لاڈلا بیٹا تیرے سپرد کر دیا۔ وہ تیری راہ میں شہید ہو گئے۔ اے اللہ! تو اپنے فضل و کرم سے مجھ سے راضی ہو جا اور مجھے بھی ان کے ساتھ جنتیوں میں شامل کر دے۔

ابو قدامہ کہنے لگے: میں نے متعدد بار اس کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ شاید وہ دروازہ کھول دے تو اس کی مالی طور پر مدد کروں، یا اس کے بارے میں لوگوں کو مطلع کروں، مگر نہ اس نے دروازہ کھولا اور نہ اس کی آواز سنائی دی۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے زیادہ اسلام سے، جہاد سے اور اپنے ربّ سے محبت کرنے والی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔

قارئین کرام! یہ ایک خاتون تھی جس نے اپنی ہر پیاری چیز اللہ کی راہ میں قربان کر دی۔ ہم اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض کہاں تک پورے کر رہے ہیں، کیا ہمارے پاس اس سوال کا جواب ہے ؟

(''**المشتاقون الی الجنة**'' سے ماخوذ)

اللہ پاک کا قرآن میں فرمان ہے

"مجھ سے ڈرو........."

(ہارون یحییٰ)

اکثر لوگوں کے خیال کے برعکس، خوفِ خدا صرف پیغمبروں یا اللہ کے خاص بندوں کیلئے مخصوص صفت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک ایسا احساس ہے جو تمام ایمان والوں کے دلوں میں موجود ہے اور ایک ایسا احساس ہے جو تمام انسانوں کے دلوں میں ہونا چاہئے۔

قرآن میں اللہ کا واضح حکم ہے: "اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے کل کے لیے۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو تم کر رہے ہو"۔ (سورۃ الحشر۔ آیت:۱۸)

ہمارے رسول پاک ﷺ نے بھی اپنی متعدد احادیث میں اس موضوع کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مسلمانوں کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو۔ اگر تم برے اعمال کے بعد اچھے اعمال کرو تو تم اُسے (بداعمال کو) مٹا دو گے، اور لوگوں سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔" (**ترمذی**)

اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور وہ ان سے خوب آگاہ اور انہیں اتنی اچھی طرح جانتا ہے کہ اتنی اچھی طرح وہ خود کو بھی نہیں جانتے۔ وہ ہر شخص کے رازوں سے واقف ہے یہاں تک کہ سب سے بڑے راز یعنی اُن کی مدتِ حیات سے بھی آگاہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ انسان کی روح کن وسوسوں کا سامنا کرتی ہے اور انسان کا نفس اُس سے کیسے کیسے کھیل کھیلتا ہے کیونکہ وہی ہر روح کا خالق ہے اور اُسی نے اسے برائی کرنے کی لامحدود صلاحیت اور ان برائیوں سے بچنے کی سمجھ بھی عطا کی ہے تاکہ اُسے انصاف کے ساتھ پرکھا جا سکے۔ اللہ ہی نے شیطان کو بھی اس امتحان کے ایک کردار کے طور پر تخلیق کر کے اسے مخصوص صلاحیتیں دی ہیں جنہیں وہ انسانوں کو بہکانے کے اپنے مقصد میں استعمال کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ زندگی کے امتحان میں ایمان والوں کا سب سے اہم مددگار اللہ کا خوف ہے جو انہیں اللہ کی منشاء کے مطابق زندگی گزارنے، اللہ کی خوشنودی کیلئے اعمال کرنے اور شیطان اور نفس کی ترغیبات کو سمجھ کر اُن کے فریب اور کھیل سے بچنے کے قابل بناتا ہے۔ اس طرح کا طرزِ عمل شیطان کی انسان کے نفس کی لامحدود خواہشات کو اُبھار کر گمراہ کرنے کی کوششوں کیلئے ناسازگار ہے چنانچہ خوفِ خدا رکھنے والا انسان محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ انسان کا نفس .... شیطان کی ترغیب کی وجہ سے .... دیگر تمام چیزوں سے بڑھ کر اُسے خوفِ خدا سے دور رکھنے کی کوشش کرے گا۔ شیطان اور نفسِ انسانی ایسی توجیہات اور نئی نئی راہیں تلاش کریں گے جو خوفِ خدا کو غیر ضروری یا حتیٰ کہ غلط (نعوذ باللہ) کہتے ہوئے لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور اس کے احکامات کا احترام کرنے سے دور لے جائیں گی اور محض اللہ کی محبت اور پاک دل رکھنے کو ہی کافی قرار دیں گی۔ لیکن قرآن کو پڑھنے والا ایک باشعور شخص با آسانی دیکھ لے گا کہ اس طرح کی باتوں کی کوئی حقیقی بنیاد نہیں اور یہ باتیں محض گمراہ کن اور غلط مقاصد پر مبنی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اہلِ ایمان کو قرآن میں ہر ممکن حد تک واضح طور پر حکم دیدیا ہے کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں اللہ کا یہ حکم قرآن کی متعدد آیات میں موجود ہے جیسے کہ:

ترجمہ: ''اور ڈرا کرو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت:۱۹۶)

ترجمہ: ''اور ڈرتے رہو اللہ سے اور (خوب) جان لو! تمہیں اسی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت:۲۰۳)

ترجمہ: ''اور ڈرتے رہو اللہ سے اور (خوب) جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت:۲۳۱)

ترجمہ: ''اور ڈرتے رہو اللہ سے اور (خوب) جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے دیکھنے والا ہے۔''

(سورۃ البقرہ۔ آیت۲۳۳)

ترجمہ: ” اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدوجہد کرو

اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔'' (سورۃ المائدہ۔آیت:۳۵)

چنانچہ دیگر تمام احکامات کی ہر طرح ہر ایمان لانے والے کو بلاتردّد اور غیر مشروط طور پر اس حکم الٰہی کو بھی بجالانا ہوگا۔اُن لوگوں کے برعکس جو کہ قرآن کی تعلیمات سے آگاہ نہیں اور جو اللہ سے ڈرنے کے بارے میں غیر ضروری سوالات پوچھتے ہیں، اہل ایمان شیطان کی ترغیبات اور مشوروں سے گمراہ نہیں ہوتے ، جو دلوں میں یہ باطل خیال ڈال کر وسوسے اور بے یقینی پیدا کراتا ہے کہ جو انسان اللہ سے پیار کرتا ہے وہ اس سے کیوں ڈرے؟ روزانہ پانچ وقت کی نمازیں اور روزے ہر ممکن طور پر بہترین انداز میں ادا کی جانے والی فرض بدنی عبادات ہیں جبکہ خوف خدا ایک انتہائی اہم روحانی جذبہ ہے جسے ہر اہل ایمان کو انتہائی مخلص ہو کر اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ، اللہ نے قرآن میں اپنی اس حکمت کی تفصیل بھی بیان کی ہے کہ انسان کو اُس (اللہ) سے کیوں ڈرنا چاہیے۔ہم آئندہ باب میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کریں گے۔

دعائے مغفرت

امریکہ میں مقیم ہمارے بھائی محمد مخدوم کے بھائی

راولپنڈی سے بھائی حمید عباسی صاحب کے بڑے بھائی

گکھڑ سے بھائی ڈاکٹر عرفان کے بڑے بھائی، گکھڑ سے بھائی رانا دلشاد کے ماموں

نوشہرہ ورکاں سے بھائی حاجی لطیف کی بہو، بابا جان کے چچا زاد بھائی محمد عثمان

فیصل آباد سے بھائی شوکت علی کے والد، کراچی سے بھائی محمد فیصل راو کی خوشدامن

نوکھر سے بھائی ماجد محمود کے چچا محمد یوسف، گوجرانوالہ سے بھائی محمد شفیق کے بہنوئی

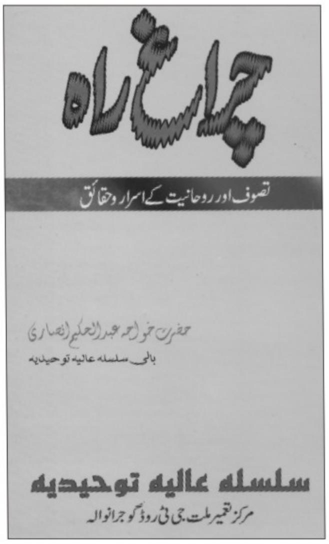
گوجرانوالہ سے بھائی رانا جبار کی ہمشیرہ اور سالی، ملتان سے بھائی خالد اختر کے بڑے بھائی

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

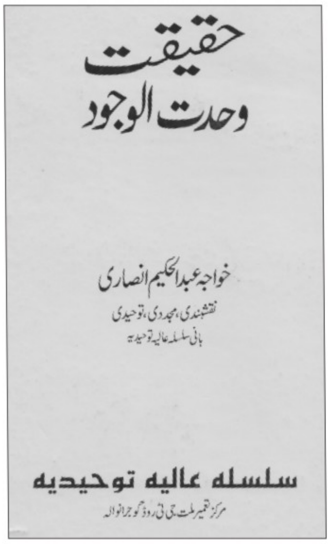
مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔



مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com